بیس تراویح کے ثبوت میں لاجواب کتاب

کتاب التراویح

از: حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید شاہ کاظمی

مکتبہ فریدیہ ساہیوال

قابل مطالعہ ایمان افروز علمی کتابیں

بیس تراویح کے ثبوت میں لاجواب کتاب مسمّٰی بہ

کتابُ التراوِیح

از

غزالیٔ زماں حضرت علامہ مولانا سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان

ملنے کا پتہ

مکتبہ فریدیہ

جناح روڈ ہائی سٹریٹ

ساہیوال

قیمت ۵/ روپے

المجدہ پرنٹرز اردو بازار۔ لاہور

عرضِ ناشر

حامداً و مصلیاً ۔ رمضان المبارک کتنا بابرکت مہینہ ہے ۔ اس کی برکت سے نیکی کے ثواب میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے نفل کا ثواب فرض اور فرض کا ستر گنا بڑھ جاتا ہے لیکن خیر و برکت کی اس موسلا دھار بارش میں ایک شر بھی پیدا ہو جاتا ہے ۔ یہ ہے جماعت غیر مقلدین کا یہ پروپیگنڈہ کہ بیس رکعت تراویح بدعت و گمراہی ہے ۔

اندازہ فرمائیں کہ اس گروہ کا یہ نظریہ اگر صحیح ہے تو وہ تمام صحابہ کرام جنہوں نے براہ راست سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتسابِ فیض کیا ہے اور تمام عمر بیس رکعت تراویح پڑھتے رہے وہ بدعتی قرار پائیں گے ۔ حالانکہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہدیتم ۔

الحمد للہ حضرت علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کتاب التراویح لکھ کر تمام مسلمانوں پر احسانِ عظیم فرمایا ۔ اس کتاب میں جہاں بیس رکعت کا ثبوت پیش کیا گیا ہے ۔ وہاں منکرین کے تمام شکوک و شبہات کو دلائل و براہین سے غلط ثابت کیا گیا ہے ۔ یہ کتاب کئی بار چھپی اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئی ۔ اب کافی عرصے سے بالکل نایاب تھی ۔ مکتبہ فریدیہ احباب کے پر زور اصرار پر عمدہ کتابت طباعت کے زیور سے آراستہ کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے ۔ وما توفیقی الا باللہ

ابو العطاء حافظ نعمت علی چشتی سیالوی

ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ منکرین تقلید کی طرف سے مسئلہ تراویح پر جو مضامین اب تک شائع ہوئے ہیں ۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شرذمہ قلیلہ مسمّٰی بجماعت کے نزدیک بیس تراویح پڑھنے والے سب کے سب بدعتی ، گمراہ ، فاسق ، فاجر اور العیاذ باللہ سنتِ رسول کو نہ ماننے والے بد مذہب اور گنہگار ہیں ۔ کیونکہ جب بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعتِ سیئہ قرار پایا ، تو جو بھی اس کو پڑھے گا یقیناً بدعتی قرار پائے گا ۔ ایسی صورت میں جمہور امت مسلمہ تمام صحابہ کرام حتیٰ کہ خلفائے راشدین بھی معاذ اللہ بدعتی اور گنہگار ہوئے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ ۔ (میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں ۔ تم جس کی اقتدا کرو گے ، ہدایت پا جاؤ گے) نیز فرمایا ۔ اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبَابَکْرٍ وَّ عُمَرَ (میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا) ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَہْدِیِّیْنَ (تم اپنے اوپر لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں خاص طور پر ارشاد فرمایا ۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے) پھر صحیح حدیث میں وارد ہے ۔ لَنْ تَجْتَمِعَ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ (میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہ ہوگی ۔)

ان احادیث کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہے کہ جو گروہ جمہورِ امت کی طرف گمراہی کی نسبت کرے ۔ یا صحابہ کی اقتدا کو برا سمجھے اور خلفائے راشدین کی سنت کو بدعت قرار دے وہ یقیناً غیر ناجی گروہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا بدخواہ ، صحابہ اور خلفائے راشدین کا معاند ہے آگے چل کر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی ۔ کہ وہ انہی غیر مقلدین کا گروہ ہے جو اپنے سوا تمام امت مسلمہ کو گمراہ سمجھتا ہے ۔ ان کے نزدیک اگر کوئی حق پر ہے تو وہی جو ان کا ہم عقیدہ اور ہم نوا ہے ۔

تراویح کے متعلق صحیح مسلک معلوم کرنے کے لیے چند امور کی وضاحت کی جاتی ہے ناظرین کرام اچھی طرح سمجھ لیں۔

۱:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین رات تراویح کی نماز باجماعت پڑھی۔ اس کے بعد بخوف فرضیت ترک فرما دی۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے تمام زمانے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور تک یہی حال رہا۔ یعنی اہتمام جماعت کے ساتھ نماز تراویح نہیں پڑھی گئی۔ [۱]

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال ۱۴ھ میں امر تراویح کا استقرار ہوا۔ یعنی اجتماع علی الامام اور اہتمام جماعت کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز تراویح کا امر فرمایا۔ [۲]

۲:۔ تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ ترویحہ کے معنی آرام کرنے کے ہیں۔ اور نماز تراویح کو تراویح اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ابتدائے امر میں ہر چار رکعت کے بعد لوگ استراحت کرتے تھے۔ صحیح بخاری جلد ثالث ص۵۹۱ اور زرقانی شرح مؤطا امام مالک جلد اول ص۲۱۳ مطبوعہ مصریہ ہے۔ عَنِ اللَّيْثِ اَنَّهُ قَالَ سُمِّيَتْ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ فِي لَيَالِي رَمَضَانَ بِالتَّرَاوِيحِ لِاَنَّهُمْ اَوَّلُ مَا اجْتَمَعُوْا عَلَيْهَا كَانُوْا يَسْتَرِيحُوْنَ بَيْنَ كُلِّ تَسْلِيمَتَيْنِ قَدْرَ مَا يُصَلِّي الرَّجُلُ كَذَا وَكَذَا رَكْعَةً۔ رواہ محمد بن نصر۔ [۱۳] (حضرت لیث سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں صلوٰۃ باجماعت کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ جب لوگوں نے ابتداءً جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا شروع کی تو وہ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر استراحت کرتے تھے کہ آدمی اتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھ سکے۔

بحرالرائق جلد ۲ ص۶۶ پر ہے۔ وَالتَّرَاوِيحُ جَمْعُ تَرْوِيحَةٍ وَهِيَ فِي الْاَصْلِ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى الْاِسْتِرَاحَةِ سُمِّيَتْ بِهِ الْاَرْبَعُ رَكَعَاتِ الْمَخْصُوصَةِ لِاسْتِلْزَامِهَا اِسْتِرَاحَةً بَعْدَهَا كَمَا هُوَ السُّنَّةُ فِيهَا (تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ اور وہ اصل میں مصدر ہے بمعنی استراحت۔ چار مخصوص رکعتوں کا نام ترویحہ اس لیے رکھا گیا کہ سنت کے مطابق ان چار رکعتوں کے بعد استراحت لازم ہے۔

غیر مقلدین بھی تراویح کو سنت کہتے ہیں۔ مگر بیس۲۰ رکعت کی بجائے آٹھ رکعت کے قائل ہیں حالانکہ آٹھ رکعت کو تراویح کہنا صحیح نہیں۔ اس لیے کہ عبارات منقولہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے

کہ ترویحہ چار رکعت کو کہتے ہیں اور تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ لہٰذا آٹھ رکعت کو ترویحتین کہنا درست ہے۔ تراویح کہنا درست نہیں۔ البتہ بیس رکعت کو تراویح کہنا صحیح ہے۔ کیونکہ وہ پانچ ترویحہ کا مجموعہ ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظ تراویح اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے کہ آٹھ رکعت تراویح نہیں (بلکہ وہ نماز تہجد ہے) اور تراویح بیس رکعت ہی کا نام ہے۔ جیسا کہ جمہور امت مسلمہ اہل سنت و جماعت اور ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔

۳:۔ تہجد اور تراویح کی نمازیں الگ الگ ہیں نماز تہجد ابتدائے اسلام میں ہجرت سے پہلے فرض ہوئی۔ پھر سال بھر کے بعد نفل ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ اسوقت تک صیام رمضان کی فرضیت اور صلوٰۃ تراویح کی مشروعیت کا کوئی وجود نہ تھا۔ ابوداؤد شریف جلد اول ص۱۹۱ باب فی صلوٰۃ اللیل مطبوعہ نولکشور میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں وارد ہوا۔ کہ حکیم بن افلح سعد بن ہشام کو ساتھ لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ حَدِّثِيْنِيْ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ قَالَتْ اَلَسْتَ تَقْرَاُ يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَتْ فَاِنَّ اَوَّلَ هٰذِهِ السُّوْرَةِ نَزَلَتْ فَقَامَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَفَخَتْ اَقْدَامُهُمْ وَحُبِسَ خَاتِمَتُهَا فِي السَّمَاءِ اِثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ نَزَلَ آخِرُهَا فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيْضَةٍ الْحَدِيْث۔ (حضرت حکیم بن افلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام لیل کے بارے میں مجھے بتائیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کیا تم یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں پڑھتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب اس سورت کا اول حصہ نازل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ نے قیام لیل کیا۔ یہاں تک کہ ان کے قدم مبارک متورم ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے خاتمے کو بارہ مہینے تک آسمان میں روک لیا۔ پھر اس کا آخری حصہ نازل ہوا اور قیام لیل فرض سے بدل کر نفل ہو گیا۔ [۱]

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ تہجد کی نماز ہجرت سے پہلے ابتدائے اسلام میں مشروع ہو چکی تھی۔ اور صحابہ کرام رمضان اور غیر رمضان میں اس کو ادا کرتے تھے۔ لیکن تراویح کا کوئی وجود اس وقت تک نہ تھا۔ پھر ۲ھ میں جب رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن میں خطبے میں ارشاد فرمایا۔ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَقِيَامَهُ تَطَوُّعًا (اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض اور اس کے قیام کو نفل قرار

دیا ہے۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۱۳

اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں ہیں۔ اگر قیام رمضان سے نماز تہجد مراد ہوتی تو رمضان شریف سے پہلے ہی مشروع تھی۔ رمضان سے اس کو کوئی خاص تعلق نہ تھا۔ پھر اسے اس حدیث میں خاص طور پر ذکر فرمانا اور قیام رمضان قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قیام رمضان سے صلوٰۃ تہجد مراد نہیں، بلکہ وہی خاص نماز تراویح مراد ہے۔ جو رمضان کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں مشروع نہیں ہوئی۔

ابن ماجہ ص۹۵ پر ہے کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ وَ سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض فرمائے اور میں نے تمہارے لیے اس کا قیام مسنون کیا۔) اب اگر اس کو نماز تہجد تسلیم نہ کیا جائے۔ تو نماز تہجد اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مشروع ہو چکی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت اس کو مسنون فرمانا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ قیام رمضان جس کو حضور نے مسنون فرمایا وہ صلوٰۃ تہجد نہ تھی بلکہ صلوٰۃ تراویح تھی۔

۴ :۔ تہجد کے معنی سونے اور بیدار ہونے کے ہیں۔ اور یہ لفظ لغات اضداد سے ہے اسی لیے شرعاً نماز تہجد اسی نماز کو کہا جائے گا جو نماز عشاء پڑھ کر سونے کے بعد بیدار ہونے پر پڑھی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد ہمیشہ آخر شب میں پڑھی ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں وارد ہے۔ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. قُلْتُ فَاَيَّ حِيْنٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ۔ (حضرت مسروق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ لیل یعنی نماز تہجد کے لیے کس وقت اٹھتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرغ کی آواز سن کر اٹھتے تھے۔) بخاری شریف جلد اول ص۱۵۲ کتاب التہجد باب من نام عند السحر مسلم شریف جلد اول ص۲۵۵ باب صلوٰۃ اللیل۔ یہ حدیث اس دعوے پر نص صریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ہمیشہ آخر شب میں پڑھا کرتے تھے۔

دوسری حدیث حضرت اسود سے روایت ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ. قَالَتْ كَانَ

يَنَامُ اَوَّلَهٗ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهٗ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَاِنْ كَانَ بِهٖ حَاجَةٌ اِغْتَسَلَ وَاِلَّا تَوَضَّاَ وَخَرَجَ رواہ البخاری۔ عینی جلد ۷ ص۲۰۱۔ یعنی حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ کہ رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کس طرح ہوتی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول رات میں سو جاتے تھے۔ اور آخر رات میں اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ پھر اپنے بستر مبارک پر تشریف لے جاتے پھر جب مؤذن اذان دیتا۔ تیزی سے اٹھتے۔ پھر اگر ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے۔ ورنہ وضو فرما کر مسجد کی طرف تشریف لے جاتے۔

عینی طبع جدید جلد ۷ ص۲۰۳ پر ہے۔ وَاَمَّا حَدِيْثُ حَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو فَرَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالْاَوْسَطِ مِنْ رِوَايَةِ كَثِيْرِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْهُ قَالَ اَيَحْسِبُ اَحَدُكُمْ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يُصَلِّيْ حَتّٰى يُصْبِحَ اَنْ قَدْ تَهَجَّدَ اِنَّمَا التَّهَجُّدُ الصَّلٰوةُ بَعْدَ رَقْدَةٍ ثُمَّ الصَّلٰوةُ بَعْدَ رَقْدَةٍ ثُمَّ الصَّلٰوةُ بَعْدَ رَقْدَةٍ تِلْكَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی حجاج بن عمرو سے بروایت کثیر بن العباس طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ تم جب بھی رات میں صبح تک نماز پڑھ لیا کرو۔ تو تہجد کی نماز ادا ہو جایا کرے گی۔ جز این نیست کہ تہجد وہ نماز ہے جو سونے کے بعد ہو پھر نماز سونے کے بعد تین مرتبہ اسی طرح ارشاد فرمایا اور پھر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اسی طرح تھی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہو کر نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب تک تین مرتبہ صلوٰۃ بعد رقدہ کا تحقق نہ ہو اس وقت تک تہجد متصور نہ ہوگا۔ تو میں عرض کر دوں گا کہ حدیث کا واضح مفہوم وہی ہے۔ جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ یعنی نیند کئے بغیر اگر کوئی شخص تمام رات صبح تک بھی نماز پڑھتا ہے۔ تو اس کی نماز نماز تہجد نہ ہوگی۔ تہجد کا تحقق سونے کے بعد ہی نماز پڑھنے پر منحصر ہے اور الصلوٰۃ بعد رقدۃ کی تکرار محض تاکید کے لیے ہے۔ کیونکہ بخاری شریف کی حدیث منقولہ بالا و دیگر احادیث صحیحہ کثیرہ سے یہ بات واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار نماز تہجد پڑھ کر سو جاتے تھے پھر اس وقت اٹھتے تھے جب مؤذن اذان دیتا تھا۔ اور بعض روایات میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متعدد مرتبہ خواب سے بیدار ہو کر نماز پڑھنا وارد ہے۔ وہ بعض احوال پر محمول ہے۔ حالانکہ نماز تہجد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع احوال میں مواظبت فرمائی ہے۔ بہر حال اس میں

شک نہیں کہ اس حدیث کے الفاظ۔ اِنَّمَا التَّھَجُّدُ بَعْدَ رَقْدَۃٍ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ تہجد کے لیئے سوکر اٹھنا ضروری ہے۔ بغیر سوئے صلوٰۃ لیل تہجد نہیں ہو سکتی۔

لیکن نماز تراویح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول شب میں پڑھی۔ ملاحظہ ہو۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَقُمْ بِنَا شَیْئًا مِنَ الشَّھْرِ حَتّٰی بَقِیَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی ذَھَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ فَلَمَّا کَانَتِ السَّادِسَۃُ لَمْ یَقُمْ بِنَا فَلَمَّا کَانَتِ الْخَامِسَۃُ قَامَ بِنَا حَتّٰی ذَھَبَ شَطْرُ اللَّیْلِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِیَامَ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰی مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ حُسِبَ لَہٗ قِیَامُ لَیْلَۃٍ فَلَمَّا کَانَتِ الرَّابِعَۃُ لَمْ یَقُمْ بِنَا فَلَمَّا کَانَتِ الثَّالِثَۃُ جَمَعَ اَھْلَہٗ وَنِسَائَہٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی خَشِیْنَا اَنْ یَفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ مَا الْفَلَاحُ قَالَ السَّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ یَقُمْ بِنَا بَقِیَّۃَ الشَّھْرِ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ مشکوٰۃ شریف ص۱۱۴ باب قیام رمضان (حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ رمضان میں قیام نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ (انتیس دن والے رمضان کے) سات دن رہ گئے۔ پھر حضور نے ہمارے ساتھ تئیسویں شب کو قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک تہائی رات گذر گئی۔ پھر جب (مہینے کے اخیر سے شمار کرتے ہوئے) چھٹی رات یعنی چوبیسویں شب ہوئی تو ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ پھر جب اسی حساب سے پانچویں یعنی پچیسویں شب آئی تو حضور نے ہمارے ساتھ قیام فرمایا۔ حتیٰ کہ نصف شب گذر گئی۔ پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کاش اس رات کے قیام کو آپ ہمارے لیئے زیادہ فرماتے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جب کوئی شخص امام کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کے لیئے تمام رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔ پھر جب اسی حساب سے چوتھی رات یعنی چھبیسویں شب آئی تو حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ اس کے بعد بحساب مذکور تیسری یعنی ستائیسویں شب آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات اور اہل وعیال اور صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ہمارے ساتھ قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم ڈرے کہ ہم سے فلاح فوت نہ ہو جائے۔ میں نے کہا کہ فلاح کیا ہے۔ کہا فلاح سحری ہے۔ پھر بقیہ مہینے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ اس حدیث کو ابوداؤد ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ رمضان شریف کی ان تینوں راتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اول شب میں نماز تراویح شروع فرمائی۔ پہلی رات میں تہائی حصہ گذر جانے کے بعد فراغت ہوئی دوسری شب میں نصف شب گذر جانے پر اور تیسری رات اول سے آخر تک نماز پڑھنے میں گذری بہرحال یہ حقیقت اس حدیث سے بخوبی واضح ہوگئی کہ نماز تراویح تینوں راتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت میں پڑھی۔ اور نماز تہجد کا ہمیشہ آخر وقت میں پڑھنا اس سے پہلے احادیث صحیحہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ لہٰذا آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوگیا کہ نماز تہجد اور نماز تراویح الگ الگ نمازیں ہیں۔ اور ان دونوں کو ایک سمجھنا غلط فہمی پر مبنی ہے۔

سنن اربعہ کی حدیث مذکور سے۔ جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں رات اول وقت میں نماز تراویح پڑھی۔ وہاں یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ تراویح کی تیسری شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سحر تک نہیں سوئے۔ بلکہ وہ تمام رات تراویح پڑھنے میں گذر گئی۔ حالانکہ نماز تہجد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ساری رات کبھی نہیں پڑھی۔ نہ حضور نماز تہجد کے لیئے تمام شب کبھی بیدار رہے۔ بلکہ عادت کریمہ یہ تھی کہ رات کے بعض حصے میں حضور خواب استراحت فرماتے۔ اور بعض حصے میں بیدار رہ کر صلوٰۃ تہجد ادا فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہتا تو سوتا ہوا دیکھ سکتا تھا۔ اور اگر اسی رات میں نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا تو نماز پڑھتا ہوا بھی دیکھ سکتا تھا چنانچہ بخاری شریف جلد اول ص۱۵۲ باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل ونومہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وَکَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاہُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا رَأَیْتَہٗ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَأَیْتَہٗ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان تھی کہ اگر تو رات کے وقت حضور کو نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا تو سوتا ہوا بھی دیکھ سکتا تھا۔) اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے۔ وَلَا اَعْلَمُ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ فِیْ لَیْلَۃٍ وَلَا صَلّٰی لَیْلَۃً اِلَی الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَھْرًا کَامِلًا غَیْرَ رَمَضَانَ رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ شریف باب الوتر فصل اول ص۱۱۱ مطبوعہ مجیدی کانپور (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رات کبھی سارا قرآن پاک پڑھا ہو۔ اور نہ یہ جانتی ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی رات صبح تک نماز پڑھی ہو۔ (اور یہاں نماز سے مراد نماز تہجد ہے۔ کیونکہ ہم پہلی حدیث سے صلوٰۃ تراویح تمام رات پڑھنا ثابت کر چکے ہیں۔) اور نہ یہ کہ رمضان کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے رمضان تمام مہینہ روزہ رکھا ہو۔) جب تراویح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات پڑھی اور نماز تہجد کے لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات کبھی بیدار نہیں ہوئے تو معلوم ہوا کہ

یہ دونوں نمازیں جداگانہ ہیں۔

احادیثِ صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تہجد جوفِ لیل سے پہلے کبھی نہیں پڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد ہمیشہ جوفِ لیل اور آخر شب ہی میں ثابت ہے۔ موطا امام مالک ص۶۵ مطبوعہ مجتبائی دہلی باب ما جاء فی الدعا میں حضرت طاؤس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ۔ الحدیث۔ (حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب کے درمیانی حصے میں صلوٰۃ (تہجد) کے لیے اٹھتے تھے تو اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ فرماتے تھے۔ الحدیث۔

اس حدیث میں صلوٰۃ سے صلوٰۃ تہجد مراد ہونے پر یہ دلیل ہے۔ کہ یہی حدیث امام بخاری نے ان لفظوں سے روایت کی ہے۔ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتَھَجَّدُ اور یہی حدیث ابن خزیمہ نے بایں الفاظ روایت کی ہے۔ اِذَا قَامَ لِلتَّھَجُّدِ زرقانی شرح موطا امام مالک جلد اوّل ص۳۸۹ اور فتح الباری جلد ۳ ص۲ باب التہجد باللیل۔

علامہ طبری بھی تہجد کا وقت سونے کے بعد جاگنے پر ہی قرار دیتے ہیں اور اسے وہ سلف صالحین سے نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ فتح الباری جلد ۳ ص۲ پر ہے۔ وَقَالَ الطَّبَرِیُّ اَلتَّھَجُّدُ السَّھَرُ بَعْدَ نَوْمَۃٍ ثُمَّ سَاقَہٗ عَنْ جَمَاعَۃٍ مِنَ السَّلَفِ۔

نمازِ تہجد کا وقت سو کر اٹھنے کے بعد ہی ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔ جیسا کہ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر جلد خامس مطبوعہ مصر ص۴۳۳ پر فرماتے ہیں۔ ثُمَّ رَاَیْنَا اَنَّ فِی الشَّرْعِ یُقَالُ لِمَنْ قَامَ مِنَ النَّوْمِ اِلَی الصَّلٰوۃِ اَنَّہٗ مُتَھَجِّدٌ۔ یعنی اصطلاح شرع میں اسی شخص کو تہجد گزار کہا جائے گا۔ جو نیند سے اٹھ کر نماز پڑھے۔ اسی طرح فتوحاتِ الٰہیہ جلد ثانی ص۶۴۲ پر ہے ثُمَّ لَمَّا رَاَیْنَا فِیْ عُرْفِ الشَّرْعِ اَنَّہٗ یُقَالُ لِمَنِ انْتَبَہَ بِاللَّیْلِ مِنْ نَوْمِہٖ وَقَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ اَنَّہٗ مُتَھَجِّدٌ وَجَبَ اَنْ یُقَالَ سُمِّیَ ذٰلِکَ مُتَھَجِّدًا مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ اَلْقَی الْھُجُوْدَ۔ (پھر جب ہم نے عرف شرع میں دیکھا کہ جو شخص رات کو اپنی نیند سے بیدار ہو کر نماز کے لیے کھڑا ہو وہ تہجد گزار ہے۔ تو یہ کہنا واجب ہو گیا کہ نمازِ تہجد پڑھنے والے کو اسی وجہ سے متہجد کہتے ہیں کہ اس نے نیند کو اپنے آپ سے دور کر دیا۔

مشکوٰۃ شریف باب التحریض علی قیام اللیل فصل اوّل ص۱۰۱ مطبوعہ مجیدی کانپور میں ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ تَعْنِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنَامُ اَوَّلَ اللَّیْلِ وَیُحْیِیْ اٰخِرَہٗ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ (بخاری اور مسلم کی متفق حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل رات میں سو جاتے تھے۔ اور آخر رات کو زندہ فرماتے۔ یعنی اس میں نماز پڑھتے تھے۔

بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ "صلوٰۃ لیل اور صلوٰۃ تہجد میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں کا وقت اوّل شب سے آخر شب تک ہے۔ مگر آخر شب کو اوّل شب پر فضیلت ہے۔ نمازِ تہجد کا افضل وقت آخر شب ہی ہے لیکن اوّل شب میں نمازِ تہجد پڑھ لی جائے تو درست ہے" کسی طرح صحیح نہیں ہے اس لیے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ابتدائی حصے میں تہجد کی نماز پڑھی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ صلوٰۃ لیل تہجد بھی ہے اور غیر تہجد بھی۔ تہجد غیر تہجد سے بہتر ہے لہٰذا جن حدیثوں میں آخر شب کی نماز کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ ان کا یہ مطلب نہیں کہ رات کے ابتدائی حصے میں تہجد پڑھنا جائز ہے۔ افضلیت آخر شب کے تہجد میں ہے بلکہ ان احادیث کا واضح مفہوم یہی ہے کہ صلوٰۃ لیل اگرچہ رات کے ابتدائی حصے میں جائز ہے لیکن صلوٰۃ لیل میں افضل ترین صلوٰۃ، صلوٰۃ تہجد ہی ہے اور اس کا وقت سو کر اٹھنے کے بعد ہی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اوّل شب میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا تھا کہ وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْھَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ تم لوگ رات کے پہلے حصے میں نماز تراویح پڑھ کر آخر شب میں سو جاتے ہو۔ اور اس وجہ سے تہجد کی فضیلت سے محروم رہتے ہو۔ اگر یہی صلوٰۃ تراویح تم آخر شب میں ادا کرو۔ تو تراویح کے ساتھ نمازِ تہجد بھی ادا ہو جائے گی۔ اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ صلوٰۃ تہجد قبل النوم اوّل شب میں ادا نہیں ہوتی۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس امر کو واضح فرما رہے ہیں کہ تہجد اصطلاح شرع میں تطوع بعد از نوم کو کہتے ہیں۔ نیز علامہ شامی نے فرمایا۔ نَعَمْ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ وَقِیَامُ اللَّیْلِ اَعَمُّ مِنَ التَّھَجُّدِ۔ یعنی صلوٰۃ لیل اور تہجد کو مساوی سمجھنا غلط ہے۔ بلکہ صلوٰۃ لیل تہجد سے اعم ہے۔ فیض الباری جزو ثانی ص۴۲ پر ہے۔ وَقَالَ الْعُلَمَاءُ اِنَّ اسْمَ التَّھَجُّدِ لَا یَصْدُقُ اِلَّا بَعْدَ الْھُجُوْدِ فَلَا یُطْلَقُ عَلٰی صَلٰوۃِ اللَّیْلِ قَبْلَ الْھُجُوْدِ۔ یعنی علماء کا قول ہے کہ تہجد کا لفظ سونے کے بعد ہی صادق آ سکتا ہے۔ لہٰذا صلوٰۃ قبل از نوم پر لفظ تہجد کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

Scanned with CamScanner

خلاصہ یہ کہ نماز تہجد وہی ہے جو عشاء کے بعد خواب سے بیدار ہو کر پڑھی جائے۔ لیکن اگر کسی کو مجبوری کے باعث نماز تہجد پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تہجد کی نعمت اور اس کے ثواب سے محروم رہ جائے۔ بلکہ آخر شب میں اس کی نفل نماز صلوٰۃ تہجد کے قائم مقام ہوگی۔ معلوم ہوا کہ کسی نماز کا نام صلوٰۃ تہجد نہ ہونا اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ صلوٰۃ تہجد کے قائم مقام بھی نہ ہو سکے جس طرح صلوٰۃ ضحیٰ اور صلوٰۃ کسوف باہم مختلف ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ضحیٰ کے وقت میں صلوٰۃ کسوف پڑھ لے تو وہ صلوٰۃ ضحیٰ کے قائم مقام قرار پائے گی۔ لیکن اس کو صلوٰۃ ضحیٰ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رکعات تراویح جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر شب میں ادا فرمائیں۔ اگرچہ ان کا نام صلوٰۃ تہجد نہیں لیکن چونکہ وہ تہجد کے وقت میں پڑھی گئی تھیں۔ اس لئے تہجد کے قائم مقام ضرور ہوں گی۔

رہا یہ شبہ کہ نماز تہجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی۔ اور نماز تراویح نفل۔ تو اگر پچھلی رات کی تراویح کو تہجد کے قائم مقام کہا جائے تو لازم آئیگا کہ نفل فرض کے قائم مقام ہو جائے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نماز تہجد کی فرضیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یقینی اور متفق علیہ نہیں اور اگر اس سے قطع نظر کر لیا جائے۔ تو میں عرض کروں گا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رکعت تراویح میں تہجد کی نیت فرمائی ہو۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ متنفل کی اقتداء مفترض کے ساتھ لازم آئے گی جو بالاتفاق جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح نماز تہجد کی فرضیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کے قائم مقام ہونا بھی حضور کا خاصہ ہو سکتا ہے۔ شرعاً و عقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ لہٰذا ہر تقدیر پر وجود احتمال کی وجہ سے یہ شبہ باد ہوا اور بے بنیاد ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ باب التحریض علی قیام اللیل فصل اول کی حدیث ینزل ربنا تبارک و تعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر کے تحت فرماتے ہیں۔ قال فی النہایۃ تخصیص الثلث الآخر لانہ وقت التہجد۔ مرقاۃ جلد ۲ ص ۱۳۷ (نہایہ میں کہا کہ رات کے آخری تہائی حصہ کی تخصیص اس لئے ہے کہ وہ تہجد کا وقت ہے۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ صلوٰۃ تہجد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ نوافل کے

میں پڑھی جائے بلکہ نماز عشاء کے بعد سو کر اٹھنے پر جو نماز بھی پڑھ لی جائے اس سے تہجد حاصل ہو جاتا ہے۔ علامہ شامی رد المحتار جلد اول ص ۵۰۶ پر فرماتے ہیں۔ تنبیہ۔ ظَاہِرُ مَا مَرَّ اَنَّ التَّہَجُّدَ لَا یَحْصُلُ اِلَّا بِالتَّطَوُّعِ فَلَوْ نَامَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی فَوَائِتَ لَا یُسَمّٰی تَہَجُّدًا وَتَرَدَّدَ فِیْہِ بَعْضُ الشَّافِعِیَّۃِ وَالظَّاہِرُ اِنَّ تَقْیِیْدَہٗ بِالتَّطَوُّعِ بِنَاءً عَلَی الْغَالِبِ وَاِنَّہٗ یَحْصُلُ بِاَیِّ صَلٰوۃٍ کَانَتْ۔ (گذشتہ بیان کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ تہجد بغیر نفل کے ادا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص نماز عشاء کے بعد سو گیا پھر اٹھ کر فوت شدہ (فرض یا واجب) نمازیں پڑھیں۔ تو اس نماز کا نام تہجد نہ ہوگا۔ اور بعض شافعیہ نے اس میں تردد کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تہجد کو نفل سے مقید کرنا بناء علی الغالب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تہجد (وقت تہجد) میں ہر قسم کی نماز پڑھنے سے ادا ہو سکتا ہے (انتہی) مثلاً: اگر تہجد کے وقت میں تراویح پڑھی گئی تو نماز تہجد بھی ادا ہو جائے گی۔ اور یہی مطلب تھا حضرت عمر کا، کہ اگر آخر شب میں صلوٰۃ تراویح پڑھی جاتی تو تراویح کے ساتھ تہجد بھی ادا ہو جاتا۔

نماز تہجد کا وقت احادیث منقولہ اور عبارات علماء و فقہا کی روشنی میں بعد العشاء خواب سے بیدار ہونے کے بعد ہی ہے۔

اس مقام پر یہ شبہ وارد کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں جو تین رات تراویح پڑھی۔ ان راتوں میں نماز تہجد ادا نہیں فرمائی اور آخری رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوئے بھی نہیں۔ تو وقت تہجد کا تحقق بھی نہیں ہوا۔ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ تراویح مذکورہ تین راتوں میں پہلی اور دوسری رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر شب میں معتد بہ نیند فرما کر نماز تہجد پڑھنا قطعاً امر مستبعد اور محال نہیں اگرچہ منقول نہ ہو۔ کیونکہ عدم نقل عدم وجود کو مستلزم نہیں۔ البتہ تیسری رات کے متعلق شبہ کیا جا سکتا ہے مگر غور کرنے سے یہ شبہ بھی بے بنیاد معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ تحقق تہجد کے لئے قابل ذکر اور معتد بہ نیند کرنا ضروری نہیں۔ صرف اس قدر سو جانا بھی کافی ہے جسے لغتہً اور شرعاً نیند کہا جاتا ہے اگرچہ وہ اقل قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح احکام وضو میں جس نیند کو شرعاً فی بعض الاحوال معتبر مانا گیا ہے۔ اس کا بھی یہی حال ہے۔ اور ایسی قلیل ترین نیند کا اس رات محقق ہو جانا ہرگز امر بعید نہیں۔ عام طور پر نماز پڑھتے ہوئے بھی اتنی نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ ایسی نیند عام طور پر معتد بہ اور قابل ذکر نہیں ہوا کرتی۔ لہٰذا اگر یہ کہدیا جائے کہ

اس رات تمام شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح کے لیئے بیدار رہے تو یہ قول اس اثر قلیل نیند کے منافی نہ ہوگا۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رات نمازِ تہجد مستقلاً علیحدہ نہیں پڑھی۔ مگر اس بنا پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات تہجد ترک فرما دیا تھا۔ کیونکہ جمہور امت کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نمازِ تہجد فرض تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں العیاذ باللہ ترکِ فرض کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ضرور کہا جائے گا کہ تہجد کے وقت میں جو نماز نفل بھی پڑھ لی جائے اس سے تہجد ادا ہو جاتا ہے لہٰذا اس رات تراویح پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد بھی ادا ہو گئی۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نمازِ عشاء کے فوراً بعد اول شب میں بالغیر سوئے نماز تہجد ادا ہو جاتی ہے ان کا دعوٰے اس حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا کہ اول ہی شب میں نماز تراویح پڑھ کر سحر تک سو گئے ہوں۔ بلکہ تمام رات تراویح ادا فرمائی۔ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی نماز نمازِ تہجد کے قائم مقام قرار پائے گی جو آپ نے آخر شب میں پڑھی تھی اس لیے کہ اول شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد پڑھنا کسی حدیث سے آج تک ثابت نہیں ہو سکا۔ حدیث کفتاہ عن التہجد ہمارے اس دعوٰے کو زیادہ واضح کر دیتی ہے اس لیے کہ اگر قبل النوم تہجد متحقق ہوتا تو ان دو رکعتوں کو عینِ تہجد قرار دیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا جس سے واضح ہو گیا کہ قبل النوم تہجد متحقق نہیں ہو سکتا۔

ہماری اس تحقیق سے حسب ذیل امور دلائل کی روشنی میں واضح ہو گئے۔

۱:۔ نماز تراویح کو تراویح کہنا اس دعوٰے کی روشن دلیل ہے کہ آٹھ رکعت تراویح کا قول باطل اور بیس رکعت صحیح اور درست ہے۔

۲:۔ نماز تراویح کا وقت بعد نماز عشاء اول سے آخر رات تک ہے۔ یعنی نماز عشاء کے بعد رات میں جس وقت بھی نمازِ تراویح پڑھی جائے جائز ہے۔

۳:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح رات کے تینوں حصوں میں سے ہر حصہ میں پڑھی اور تمام رات بھی تراویح پڑھنے میں گذاری۔

۴:۔ نمازِ تہجد حضور علیہ السلام نے سونے سے پہلے اول شب میں کبھی نہیں پڑھی۔

۵:۔ نمازِ تہجد کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سو کر اٹھنے سے پہلے نہیں ہوتا۔

۶:۔ قیامِ لیل اور صلوٰۃ لیل عام ہے اور صلوٰۃ تہجد خاص۔

۷:۔ جس طرح صلوٰۃ لیل اور تہجد ایک نہیں۔ اسی طرح صلوٰۃ تہجد اور صلوٰۃ تراویح بھی ایک نہیں۔ اس لیے کہ تہجد کا وقت نمازِ عشاء کے بعد نیند سے اٹھنے کے بعد ہے۔ اور صلوٰۃ تراویح کا وقت اول شب سے اخیر شب تک ہے۔

۸:۔ صلوٰۃ لیل اور صلوٰۃ تہجد رمضان اور غیر رمضان تمام اوقات میں مشروع ہے اور صلوٰۃ تراویح صرف ماہِ رمضان المبارک کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر رمضان میں شرعاً تراویح مشروع نہیں۔

۹:۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح جماعت کے ساتھ صرف تین دن پڑھی ہے۔ اور بس!

۱۰:۔ صلوٰۃ تہجد ابتدائے اسلام میں ہجرت سے پہلے ہی مشروع ہو گئی تھی۔ اور صلوٰۃ تراویح مدینہ منورہ میں سنہ ۲ھ میں صیامِ رمضان کی فرضیت کے ساتھ مشروع ہوئی۔

۱۱:۔ صلوٰۃ تہجد ابتدائے اسلام میں فرض تھی۔ اس کے بعد نفل ہو گئی۔ اور صلوٰۃ تراویح کسی وقت بھی فرض ہو کر مشروع نہیں ہوئی

۱۲:۔ اگر کسی شخص نے نمازِ عشاء پڑھی اور پھر وہ تمام رات بیدار رہ کر نوافل پڑھتا رہا تو وہ تہجد گزار نہیں اس لیے کہ تہجد کا وقت سونے سے پہلے نہیں ہوتا۔

۱۳:۔ اگر کسی نے تہجد کے وقت میں تراویح پڑھ لی تو اگرچہ اس تراویح کا نام صلوٰۃ تہجد نہیں لیکن صلوٰۃ تہجد کے قائم مقام ضرور ہے۔

۱۴:۔ صلوٰۃ تہجد نفل کے علاوہ غیر نفل نماز پڑھنے سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نماز تراویح میں جماعت شرط نہیں بلکہ افضل و اولےٰ ہے۔ دیکھیئے مبسوط سرخسی جلد ۲ ص ۱۴۴ (الفصل الثانی انہا تؤدی بجماعۃ ام فرادیٰ) کے تحت فرماتے ہیں۔ وَقَالَ عِیسَی بْنُ اَبَانٍ وَبَکَّارُ بْنُ قُتَیْبَۃَ وَالْمُزَنِی مِنْ اَصْحَابِ الشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِمْرَانَ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی۔ اَلْجَمَاعَۃُ اَحَبُّ وَاَفْضَلُ ھُوَ الْمَشْہُوْرُ عَنْ عَامَّۃِ الْعُلَمَاءِ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی وَھُوَ الْاَصَحُّ وَالْاَوْثَقُ۔
(عیسےٰ بن ابان اور بکار بن قتیبہ اور مزنی نے کہا جو اصحاب شافعی سے ہیں اور احمد بن عمران کا بھی یہی قول ہے کہ تراویح میں جماعت احب اور افضل ہے۔ اور عامہ علماء سے بھی یہی مشہور ہے۔

اور یہی اصح اور اوثق ہے۔

اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ صحتِ تراویح کے لیے جماعت شرط نہیں۔ بلکہ تراویح جماعت کے ساتھ ہو تو افضل اور اولیٰ ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز تراویح نماز تہجد کی غیر ہے۔ کیونکہ نماز تہجد میں جماعت احب اور اولیٰ نہیں۔

اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس حدیث پر کلام کرتا ہوں جو صحیحین میں مروی ہے۔ اور جس حدیث کو غیر مقلدین بیس رکعت تراویح کے خلاف آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں بڑے شد و مد سے پیش کیا کرتے ہیں۔ وَہُوَ ھٰذا۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً۔ غیر مقلدین کا بیان یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز کبھی نہیں پڑھی۔ ان گیارہ رکعت میں تین وتر ہوتے تھے۔ اور آٹھ نفل رمضان میں۔ وہ آٹھ نفل، جماعت کے ساتھ تراویح شمار ہوتے تھے۔ اور غیر رمضان میں بھی بغیر جماعت کے وہی آٹھ رکعتیں تہجد ہوتی تھیں۔ ہمارے بیان سابق سے غیر مقلدین کے اس بیان کی حقیقت واضح ہوگئی۔ اور وہ یہ کہ ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح ہمیشہ اول لیل میں پڑھی۔ اگرچہ فراغت کبھی نصف شب میں ہوتی۔ اور کبھی تمام شب میں۔ لیکن نماز تراویح کا آغاز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ اول رات میں فرمایا۔ اور صلوٰۃ تہجد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر شریف میں کبھی ایک مرتبہ بھی اول شب میں ادا نہیں فرمائی۔ بلکہ ہمیشہ آخر شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی یہ حدیث نماز تراویح کے متعلق نہیں، بلکہ صلوٰۃِ تہجد کے متعلق ہے۔ اس لیئے کہ نماز تراویح صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ اور حدیث میں رمضان اور غیر رمضان کی نماز کا ذکر ہے۔ رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز تراویح نہیں بلکہ نمازِ تہجد ہے۔

ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃِ تہجد کو بیان فرما رہی ہیں۔ نہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃِ تراویح کو۔ ہمارے اس دعوےٰ کی دلیل اس حدیث کا آخری حصہ ہے۔ جس میں حضرت عائشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں کہ اتنام قبل ان توتر۔ حضور کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ يَا عَائِشَة! تَنَام عَيْنِي وَلَا يَنَام قَلْبِي۔ اے عائشہ ہماری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا۔ یہ امر مخالفین کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ ان گیارہ رکعتوں میں تین وتر اور آٹھ نفل ہوتے ہیں۔ اور یہ آٹھ اور تین پوری گیارہ رکعتیں حضور ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ جب وتر سے پہلے حضور کا خوابِ استراحت فرمانا اس حدیث سے ثابت ہوا تو وہ آٹھ نفل جو وتر کے ساتھ ہی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ ان سے پہلے بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نیند فرمانا ثابت ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گیارہ رکعت والی نماز تراویح نہیں بلکہ تہجد اور وتر کی نماز ہے۔ اس لیئے کہ نیند سے بیدار ہو کر جو نماز پڑھی جائے وہی نماز تہجد ہے۔ حدیث کے اس آخری حصے سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ غیر مقلدین جس نماز کو صلوٰۃ تراویح کہتے ہیں وہ صلوٰۃ تہجد ہے۔ چنانچہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزی جلد اول ص۱۱۹ مطبوعہ مجتبائی میں اسی گیارہ رکعت والی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ روایت محمول بر نمازِ تہجد است کہ در رمضان و غیر رمضان یکساں بود۔ غالباً بعد دیازدہ رکعت مع الوتر می رسد۔ دلیل براین حمل آں است کہ راوی ایں حدیث ابوسلمہ است در تتمہ ایں روایت می گوید۔ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنِي تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔ کذا رواہ البخاری و مسلم ظاہر است کہ نوم قبل از وتر در نمازِ تہجد متصور می شود نہ در غیر آں)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہ رکعت والی روایت نمازِ تہجد پر محمول ہے۔ اس لیئے کہ نمازِ تہجد رمضان اور غیر رمضان میں یکساں تھی۔ جس کا عدد وتر کے ساتھ غالباً گیارہ تک پہنچتا تھا۔

اس روایت کے تہجد پر محمول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راوی حدیث ابوسلمہ اس روایت کے تتمہ میں کہتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں۔ فرمایا۔ اے عائشہ! ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے اسی طرح روایت کیا۔ اور ظاہر ہے کہ وتر سے پہلے سونا صلوٰۃ تہجد ہی میں متصور ہو سکتا ہے نہ اس کے غیر میں۔) علامہ ابن حجر عسقلانی بھی گیارہ رکعت والی نماز کو صلوٰۃِ تہجد اور وتر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فتح الباری جلد ۳ ص۱۶ پر ہے۔ وَظَهَرَ لِي أَنَّ الْحِكْمَةَ فِي عَدَمِ الزِّيَادَةِ

عَلٰی اِحْدٰی عشرۃ اَنَّ التَّہجُّدَ والوِترَ مُختص بِصَلٰوۃِ اللَّیلِ الخ

الحمدللہ ہم نے روشن دلیلوں سے یہ ثابت کر دیا کہ گیارہ رکعت والی حدیث سے صلوٰۃ تہجد مراد ہے اور تہجد اور تراویح دو مختلف نمازیں ہیں۔ اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے۔

(۱) وَعَنِ ابنِ عباسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسلَّم کانَ یصَلِّیْ فِی رَمضانَ عِشرِینَ رَکعۃً سوی الوترِ وَرَوَاہُ ابنُ اَبِی شَیبۃَ فی مصنّفِہٖ وَالطَّبرَانِیُّ فی الکبِیرِ وَعندالبیہقی وعبد بن حمید وَالبغوی وَزادَ البیہقیُّ فِی غَیرِ جَمَاعَۃٍ بَعدَ قَولِہٖ فی رَمضَانَ وَضعفہٗ شرح النّقایۃ۔ جلد اول ص۱۰۴ و سنن بیہقی جلد ۲ ص۴۹۶

۲۔ وَعَنِ السائبِ بن یزِیدَ قَالَ کُنّا نقُومُ فِی عَہدِ عُمَرَ بعشرِینَ رکعۃً وَالوترِ رَواہ البیہقی فی المعرفَۃِ باسنادٍ صحیحٍ (شرح النقایہ ص۱۰۲ جلد اوّل)

۳۔ عَن یَزِیدَ بنِ رومانَ اَنَّہٗ قَال کَانَ النَّاسُ یقومُونَ فِی زَمانِ عُمَرَ بنِ الخطَّابِ فِی رمضان بِثَلاثٍ وعِشرِینَ رَکعۃً (موطا امام مالک شرح النقایہ جلد اول ص۱۰۴ جلد ۲ ص۴۹۶ و سنن بیہقی)

۴۔ عَن اُبَیِّ بنِ کعبٍ اَنَّ عُمَرَ بنِ الخطَّابُ اَمَرَہٗ اَن یُّصَلِّیَ بِاللَّیلِ فِی رَمضانَ قَالَ اِنَّ النَّاسَ یصُومونَ النَّہارَ وَلَا یحسِنُونَ اَن یَّقرَؤُا فَلَو قَرَأْتَ عَلیہِم بِاللَّیلِ فَقَالَ یَا اَمِیرَ المُؤمِنِینَ ہٰذا شَیْءٌ لَم یکن فقال قَد عَلِمتُ وَلٰکِنَّہٗ حَسَنٌ فَصَلّٰی بِہِم عِشرِینَ رَوَاہُ ابنُ مَنِیعٍ کنزالعمال جلد ۲ ص۲۸۴ حدیث ۵۷۸۷

۵۔ عَنِ السَّائبِ بنِ یزید قَالَ کانُوا یقومونَ عَلٰی عہدِ عمَرَ فی شہرِ رَمضانَ بِعشرِینَ رَکعَۃً رواہ البیہقی فِی السُّنَنِ باسنادٍ صحیحٍ۔ فتح الباری جلد ۲ ص۲۰۴ کتاب صلوٰۃ التراویح۔ عینی جلد ۱۱ طبع جدید ص۱۲۷ جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری جلد ۳ ص۵۹۸

۶۔ وَعَن اَبِی عَبدِالرَّحمٰنِ السلمِیِّ اَنَّ عَلِیًا دَعَا القُرَّاءَ فِی رَمضانَ فَاَمَرَ رَجُلًا یُصَلِّی النَّاسَ عِشرِینَ رَکعَۃً وَکَانَ عَلِیٌّ یوتِرُبِہِم۔ رواہ البیہقی فی سننہٖ۔ منہاج السنۃ لابن تیمیہ جز رابع ص۲۲۴ مطبوعہ مصر۔

۷۔ وَعَن شُبرُمَۃَ بنِ شکل وَکَانَ مِن اصحابِ عَلِیٍّ اَنّہٗ کانَ یَؤُمُّہُم فِی رَمضَان فَیصَلِّی خَمسَ تَروِیحاتٍ عِشرِینَ رَکعَۃً۔ رواہ البیہقی

۸۔ رَوَی عَبدالرَّزَّاقِ فِی المصنّف عَن دَاوُدَ بن قیسٍ وَغَیرِہٖ مُحَمَّدِ بن یُوسفَ عَنِ السَّائبِ بنِ یَزِیدَ اَنَّ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ جَمَعَ النَّاسَ فِی رَمَضَانَ عَلٰی اُبَیِّ بنِ کَعبٍ وَعَلٰی تَمِیمِ الدَّارِیْ عَلٰی اِحدیٰ وَعِشرِینَ رَکعَۃً (عینی جز ۱۱ ص۱۲۷ طبع جدید)

۹۔ رَوَی الحَارِثُ بنُ عَبدِ الرَّحمٰنِ عَنِ السَّائِبِ بنِ یزِیدَ قَالَ کَانَ القِیامُ عَلٰی عَہدِ عُمَرَ بِثَلٰثٍ وَعِشرِینَ رَکعَۃً

۱۰۔ وَرَوَی مُحَمَّدُ بن نَصرٍ مِن رِوَایَۃِ یَزِیدَ بنِ خُصَیفَۃَ عَنِ السَّائِبِ بنِ یَزِیدَ اَنَّہُم کَانُوا یَقُومُونَ فِی رَمضَانَ بِعِشرِینَ رَکعَۃً فِی زمانِ عُمَرَ بنِ الخطَّابِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ (عینی جز ۱۱ طبع جدید ص۱۲۷) فِی قیامِ اللّیلِ لِمُحَمَّدِ بنِ نَصرٍ۔

۱۱۔ عَن یَحیٰی بنِ سَعِیدٍ اَنَّ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ اَمَرَ رَجُلًا یُصَلِّی بِہِم عِشرِینَ رَکعَۃً رَوَاہُ ابنُ اَبِی شَیبَۃَ فِی مُصَنَّفِہٖ وَاِسنَادُہٗ مُرسَلٌ قَوِیٌّ (مصنف ابن ابی شیبہ) ازاوجز المسالک جلد ۱ ص۳۹۷

۱۲۔ وَاَخرَجَ مُحَمَّدُ بنُ نَصیرٍ عَن محمّد بن کعبِ القُرَظِیِّ کَانَ النَّاسُ یُصَلُّونَ فِی زَمَانِ عمَرَ بنَ الخطّابِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ فِی رَمضَانَ عِشرِینَ رَکعَۃً۔ الحدیث

۱۳۔ عَنِ السَّائِبِ بنِ یزِیدَ الصَّحَابِیِّ قَالَ کَانُوا یقومونَ عَلٰی عَہدِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عنہ بعشرِینَ رَکعَۃً وَعَلٰی عَہدِ عثمانَ وَعَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنہُمَا مِثلَہٗ رَوَاہُ البَیہقی باسنادٍ صَحِیحٍ عینی جلد ۷ ص۱۷۸ طبع جدید شرح النقایہ جلد اوّل ص۱۰۴

۱۴۔ وَعَن ابی الحسناءِ اَنَّ عَلِیَّ بنَ اَبِی طَالِبٍ اَمَرَ رَجُلًا یُّصَلِّی بالنَّاسِ خَمسَ ترویحاتٍ

ے۔ ضَعَّفَہُ البَیہقی قَال بنُ الترکمانِی فِی الجواہرِ النَّقِی تَحتَ ہٰذا الحَدیث قُلتُ الاَظہَرُ اَنَّ ضُعفَہٗ مِن جِہَۃِ اَبِی سَعِیدٍ سَعِیدِ ابن المرزبان البقالِ فَاِنَّہٗ مُتَکَلَّمٌ فِیہِ فَاِن کَانَ کَذٰلِکَ فَقَد تَابَعَہٗ عَلَیہِ غَیرُہٗ قَالَ بنُ اَبِی شَیبَۃَ فِی المُصَنّفِ ثنا وَکِیعٌ عَنِ الحَسَنِ بنِ صَالِحٍ عَن عَمرٍو بنِ قَیسٍ عَن اَبِی الحسناءِ اَنَّ

عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً (رواہ البیہقی وکنز العمال جلد ۴ ص۲۸۴ حدیث ۵۷۹۰ وبیہقی جلد ۲ ص۴۹۷)

۱۵۔ وَاَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی شَیْبَۃَ عَنْ اَبِی الْحَسَنِ اَنَّ عَلِیًّا اَمَرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ بِہِمْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً۔ اوجز جلد ۱ ص۳۹۸۔

۱۶۔ رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ بِسَنَدِہٖ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَہْبٍ قَالَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ یُصَلِّیْ لَنَا فِیْ شَہْرِ رَمَضَانَ قَالَ الْاَعْمَشُ کَانَ یُصَلِّیْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَیُوْتِرُ بِثَلٰثٍ قَالَہُ الْعَیْنِیْ۔ (اوجز المسالک جلد ۱ ص۳۹۸ عینی جزو ۱۱ ص۱۲۷ مطبوعہ جدید)

۱۷۔ وَاَخْرَجَ (اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ) عَنْ حَسَنِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَنَّ اُبَیًّا رضی اللّٰہ تعالٰی عَنْہُ کَانَ یُصَلِّیْ بِہِمْ فِیْ رَمَضَانَ بِالْمَدِیْنَۃِ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً۔ اوجز المسالک جلد ۱ ص۳۹۸

۱۸۔ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ یُصَلِّیْ بِنَا فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً رَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِیْ مُصَنَّفِہٖ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ (اوجز المسالک جلد ۱ ص۳۹۸۔

۱۹۔ رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ مِنْ طَرِیْقِ عَطَاءٍ قَالَ اَدْرَکْتُہُمْ فِیْ رَمَضَانَ یُصَلُّوْنَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَثَلَاثَ رَکْعَاتِ الْوِتْرِ (فتح الباری جلد ۴ ص۲۰۴) وَرَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ وَاَخْرَجَہٗ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ فِیْ قِیَامِ اللَّیْلِ عینی (جزو ۱۱ ص۱۲۶ طبع جدید۔)

۲۰۔ عَنْ اَبِی الْخَصِیْبِ قَالَ کَانَ یَؤُمُّنَا سُوَیْدُ بْنُ غَفْلَۃَ فِیْ رَمَضَانَ فَیُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً رواہ البیہقی واسنادہ حسن (بیہقی) از اوجز المسالک ص۳۹۷

۲۱۔ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عُبَیْدٍ اَنَّ عَلِیَّ ابْنَ رَبِیْعَۃَ کَانَ یُصَلِّیْ بِہِمْ فِیْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ اَخْرَجَہٗ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔ اوجز ص۳۹۸۔

۲۲۔ رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ عَنْ شُتَیْرِ بْنِ شَکْلٍ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ

عَلِیًّا اَمَرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ بِہِمْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً (الجوہر النقی جلد ۲ ص۲۹۵

رَکْعَۃً وَالْوِتْرَ۔ اوجز جلد ۱ ص۳۹۸

۲۳۔ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ بِسَنَدِہٖ عَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیْ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ فِیْ رَمَضَانَ وَیُصَلِّیْ بِثَلٰثٍ کَذَا فِیْ اٰثَارِ السُّنَنِ (اوجز جلد ۱ ص۳۹۸)

۲۴۔ وَعَنِ الْحَارِثِ اَنَّہٗ کَانَ یَؤُمُّ النَّاسَ فِیْ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً۔ (اوجز المسالک جلد ۱ ص۳۹۱

اِن اَحادیث کا ترجمہ حَسبِ ذیل ہے

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے۔

۲۔ سائب بن یزید صحابی سے مروی ہے کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

۳۔ یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے میں تیئیس ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔ یعنی بیس تراویح اور تین وتر۔

۴۔ سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ نے انہیں امر فرمایا۔ کہ؎ اے ابی بن کعب! لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور قراۃ قرآن بخوبی ادا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا کیا اچھا ہوتا کہ آپ ان پر (امام صلوٰۃ ہونے کی حالت میں) قراءت فرمایا کرتے۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین۔ ایسی چیز ہے جو پہلے نہ تھی (یعنی اہتمام خاص کے ساتھ تراویح کی جماعت اس سے پہلے نہ ہوتی تھی) حضرت عمر نے فرمایا میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں لیکن یہ کام اچھا ہے پس حضرت ابی بن کعب نے لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی۔

۵۔ حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

۶۔ حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رمضان

؎۔ کہ وہ لوگوں کو رمضان شریف کے مہینے میں رات کی نماز پڑھایا کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

شریف کے مہینے میں قرآن کے قاریوں کو بلایا۔ اور ان میں سے ایک کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا اور حضرت علی خود وتر پڑھاتے تھے۔

۷۔ حضرت شتیر بن شکل سے روایت ہے جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اصحاب سے تھے۔ کہ وہ رمضان شریف میں لوگوں کی امامت کرتے تھے اور پانچ ترویحے "بیس رکعت نماز" پڑھاکرتے تھے۔

۸۔ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس وغیرہ سے محمد بن یوسف سے سائب بن یزید سے روائت کی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لوگوں کو رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر اکیس رکعت ادا کرنے پر جمع کیا۔

9 حارث بن عبدالرحمٰن نے سائب بن یزید سے روائت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگوں کا قیام تئیس رکعت پر تھا

۱۰۔ محمد بن نصر نے یزید بن خصیفہ کی روائت سے حضرت سائب بن یزید سے روائت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان شریف میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔

۱۱۔ یحییٰ ابن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے۔

۱۲۔ محمد بن نصر نے محمد بن کعب قرظی سے روائت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے میں لوگ بیس رکعت پڑھتے تھے۔

۱۳۔ حضرت سائب بن یزید سے روائت ہے کہ لوگ حضرت عمر کے زمانے میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانے میں بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔

۱۴۔ ابوالحسناء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو "پانچ ترویحے" بیس رکعت پڑھائے۔

۱۵۔ ابن ابی شیبہ نے ابوالحسن سے روائت کی کہ حضرت علی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

۱۶۔ محمد بن نصر نے اپنی سند سے بواسطہ اعمش زید بن وہب سے روائت کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ رمضان کے مہینہ میں ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔ اعمش نے کہا کہ بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔

۱۷۔ ابن ابی شیبہ نے حسن بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں رمضان شریف میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

۱۸۔ حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ابن ابی ملیکہ صحابی رمضان شریف میں ہمیں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

۱۹۔ محمد بن نصر حضرت عطا کی حدیث روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا۔ کہ وہ رمضان شریف میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

۲۰۔ ابوالخصیف سے روایت ہے کہ سعید بن عقلہ رمضان شریف میں ہماری امامت فرماتے تھے۔ تو پانچ ترویحے "بیس رکعت" پڑھاتے تھے۔

۲۱۔ سعید بن علید سے روایت ہے کہ علی ابن ربیعہ رمضان شریف میں لوگوں کو پانچ ترویحے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

۲۲۔ محمد بن نصر شتیر بن شکل سے روائت کرتے ہیں کہ وہ رمضان شریف میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھاتے تھے۔

۲۳۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے ابوالبختری سے روائت کیا کہ وہ رمضان شریف میں پانچ ترویحے پڑھاتے تھے اور تین وتر۔

۲۴۔ حارث سے روائت ہے کہ وہ رمضان شریف میں بیس رکعت کے ساتھ لوگوں کی امامت کرتے تھے۔

ہماری پیش کردہ احادیث پر غیر مقلّدین کی طرف سے حسبِ ذیل اعتراضات کیئے جاتے ہیں

۱۔ بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس کی جو حدیث مرفوع پیش کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان جو امام ابوبکر ابن شیبہ کا دادا ہے۔ باتفاق آئمہ حدیث ضعیف ہے۔

۲۔ یہ حدیث، حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف ہے۔ جس میں رمضان

وغیر رمضان میں گیارہ رکعت تراویح پڑھنے کا ثبوت ہے۔

۳۔ مؤطا امام مالک سے یزید بن رومان کی جو حدیث نقل کی جاتی ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں لوگ تیئیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس کی سند صحیح نہیں بلکہ منقطع ہے، اس لیئے کہ یزید بن رومان نے حضرت عمر کا زمانہ نہیں پایا۔ نیز یہ کہ اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں کہ لوگ خود بخود تیئیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ یا حضرت عمر نے ان کو حکم دیا تھا۔

۴۔ حضرت عمر خود تیئیس رکعت والی جماعت میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ ان کے اس فعل پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے تھے اَلَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَهَا۔ یعنی رات کے جس حصے میں تم سو جاتے ہو۔ وہ اس سے بہتر ہے جس میں تم نماز پڑھتے ہو۔

۵۔ بیس رکعت والی حدیثیں حضرت جابر کی اس حدیث کے بھی خلاف ہیں۔ جسے ابن حبان اور ابن خزیمہ نے آٹھ رکعت تراویح کو روایت کیا ہے۔ بیس رکعت والی حدیثیں مؤطا امام مالک کی اس حدیث کے بھی خلاف ہیں۔ جس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری جیسے لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

۶۔ علمائے احناف اور دیگر علمائے مقلدین نے بھی بیس رکعت والی حدیثوں کو ضعیف اور گیارہ رکعت والی کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

۷۔ امام مالک کے متعلق عینی میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے لیے گیارہ رکعت پسند کیں۔

اعتراضات مذکورۃ الصدر کے جوابات حسب ذیل ہیں

۱۔ یہ صحیح ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت ابن عباس سے بیس رکعت تراویح کے متعلق جو مرفوع حدیث روایت کی ہے اس کا راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان ضعیف ہے۔ مگر ایسا ضعیف نہیں کہ اس کی روایات کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صـ ۱۱۹ پر فرماتے ہیں۔ حالانکہ ابوشیبہ جد ابوبکر آنقدر ضعف ندارد کہ روایت او مطروح مطلق ساختہ شود یعنی ابوبکر ابوشیبہ اس قدر ضعف نہیں رکھتا کہ اس کی روایت کو مطلقاً نظر انداز کر دیا جائے۔ ہاں اگر کوئی حدیث ضعیف کسی حدیث صحیح کے معارض ہو تو البتہ ساقط ہوگی۔ لیکن حدیث مذکور کسی حدیث صحیح کے ساتھ

معارض نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صـ ۱۱۹ پر فرماتے ہیں۔ آرے اگر معارض او حدیث صحیح می شد البتہ ساقط می گشت۔ وَقَدْ سَبَقَ اَنْ یُتَوَهَّمَ مُعَارِضًا لَهٗ اَعْنِیْ حَدِیْثَ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ الْمُتَقَدِّمَ ذِکْرُهٗ لَیْسَ مُعَارِضًا لَهٗ بِالْحَقِیْقَةِ فَبَقِیَ سَالِمًا۔ یعنی اگر اس کے معارض کوئی حدیث صحیح ہوتی تو وہ ضرور ساقط ہوتی۔ حالانکہ سابقاً گزر چکا ہے کہ ابوسلمہ سے حضرت عائشہ کی جس متقدم الذکر حدیث کے معارض ہونے کا وہم کیا جاتا ہے۔ وہ حقیقتاً اس کے معارض نہیں۔ لہٰذا حدیث (ابن عباس) معارضہ سے سالم رہی۔

علاوہ ازیں حدیث مرفوع ضعیف اگر فعل صحابہ سے مؤید ہو تو وہ اپنے مؤید ہونے کی حیثیت سے ضرور قابل احتجاج ہوتی ہے۔ یہی شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث ابن عباس کے تحت فرماتے ہیں۔ کَیْفَ وَقَدْ تَاَیَّدَ بِفِعْلِ الصَّحَابَةِ کَمَا رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ سُنَنِهٖ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔ اھ یعنی یہ حدیث مرفوع کیونکر ساقط ہو سکتی ہے۔ حالانکہ اس کی تائید فعل صحابہ سے ہو چکی ہے۔ جب کہ بیہقی نے اپنے سنن میں سند صحیح کے ساتھ صحابہ کرام کا بیس رکعتیں پڑھنا روایت کیا ہے۔

بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ وہ فعل صحابہ روایات کثیرہ سے ثابت ہو اور سوائے ایک گروہ قلیل کے جمہور امت علمائے مجتہدین نیز آئمہ اربعہ سب کا مذہب اس کے موافق ہو۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے ۲۴ احادیث اور عبارات علماء و فقہا اس حدیث کی تائید اور تقویت میں پیش کر چکے ہیں۔

۲۔ بیس رکعت تراویح کی احادیث کو گیارہ رکعت والی حدیث کے معارض سمجھنا قلت تدبر پر مبنی ہے جس کی وجوہ حسب ذیل ہیں۔

راوی حدیث ابوسلمہ نے حضرت صدیقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس صلوٰۃ لیل کے متعلق سوال کیا تھا۔ اس سے مراد ان کی صلوٰۃ تہجد تھی۔ اور مقصد یہ تھا کہ اے ام المومنین: آپ یہ بتائیں کہ رمضان شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا کیا حال تھا۔ یعنی غیر رمضان کی صلوٰۃ تہجد سے کچھ زیادہ ہوتی تھی یا مساوی۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا حضور کی نماز تہجد رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ رہا یہ امر کہ اس حدیث میں وہ کون سا قرینہ ہے جس کی وجہ سے ہم اس نماز کو صلوٰۃ تہجد پر محمول کریں تو اس کا جواب، شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم کی عبارات منقولہ سے ہم دے چکے ہیں۔ کہ اس حدیث کے آخر میں وارد ہے۔ کہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ۔ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس نماز سے پہلے سو جاتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ صلوٰۃ لیل میں نماز سے پہلے سو جانا صلوٰۃ تہجد ہی کے ساتھ خاص ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ سوال وجواب مطلق صلوٰۃ لیل سے متعلق نہیں۔ بلکہ خاص صلوٰۃ تہجد سے متعلق ہے اس صورت میں گیارہ رکعت اور بیس رکعت والی احادیث کے مابین کوئی تعارض نہیں رہتا۔ کیونکہ وہ بیس رکعتیں نماز تراویح ہیں جو ماہ رمضان کے ساتھ خاص ہیں۔ اور حضرت عائشہ کی حدیث میں نماز تہجد کا ذکر ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں یکساں طور پر مشروع ہے۔

۲:۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور کی صلوٰۃ لیل کی زیادتی کو جو گیارہ رکعت پر منحصر ہے۔ وہ ان کے اپنے علم کے مطابق ہے اور یہ اس امر کے منافی نہیں کہ حضرت عائشہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نزدیک اس کا عدد گیارہ سے زیادہ ثابت ہو جائے۔

۳:۔ اگر بیس رکعت کی حدیثوں کو گیارہ رکعت والی حدیث کے معارض قرار دیا جائے تو جس طرح بیس اور گیارہ میں تعارض ہے۔ اسی طرح گیارہ اور تیرہ میں بھی تعارض ہوگا اور سولہ اور سترہ کے ساتھ بھی گیارہ کا عدد معارض قرار پائے گا۔ حالانکہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ بخاری شریف جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر میں روایت ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ ثَلٰثَ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً ثُمَّ یُصَلِّیْ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ۔ یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ غیر مقلدین تیرہ رکعت والی حدیث کے جواب میں کہا کرتے ہیں کہ ان تیرہ میں دو فجر کی سنتیں شامل ہیں۔ لیکن بخاری شریف کی اس حدیث نے ان کے اس جواب کا قلع قمع کر دیا۔ یعنی غیر مقلدین کہا کرتے ہیں حضور قیام کے وقت پہلے دو خفیف رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ نے کبھی ان کا ذکر کیا کبھی نہ کیا اس کا جواب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کا خفیف ہونا انہیں معاذ اللہ کالعدم تو نہیں کر دیتا۔ دیکھیے اسی حدیث بخاری میں فجر کی دو رکعتوں کا بھی خفیف ہونا مذکور ہے لیکن وہ کالعدم نہیں اور آج تک امت مسلمہ ان دو رکعتوں کو پڑھتی ہے۔ غیر مقلدین بھی ضرور پڑھتے ہوں گے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ قیام لیل کی خفیف دو رکعتیں کالعدم قرار پائیں۔ اور گیارہ پر حصر کر دیا جائے۔ اگر حضور کی وہ پہلی دو رکعتیں

کالعدم نہیں تو گیارہ پر صلوٰۃ لیل کا حصر یقیناً تیرہ اور سولہ کے معارض رہے گا۔

اس حدیث میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ حضور کی یہ تیرہ رکعتیں فجر کی سنتوں کے علاوہ ہوتی تھیں۔ نیز امام احمد نے اپنی زیادات علی المسند میں حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات میں فرض نماز کے سوا سولہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ جیسا کہ عینی جلد، ص۲۲۳ پر ہے

وَاَمَّا حَدِیْثُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَرَوَاہُ اَحْمَدُ فِیْ زِیَادَاتِہٖ عَلَی الْمُسْنَدِ مِنْ رِوَایَۃِ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَۃَ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ سِتَّ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً سِوَی الْمَکْتُوْبَۃِ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔ اس کے علاوہ ابن مبارک نے کتاب الزہد والرقائق میں ایک مرسل حدیث میں روایت کیا ہے۔ کَانَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ سَبْعَ عَشَرَۃَ کہ حضور رات میں سترہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضرت کی گیارہ رکعت والی حدیث بیس رکعت والی حدیثوں ہی سے معارض ہے۔ یا تیرہ، سولہ اور سترہ رکعت والی حدیثوں کے بھی اس کو معارض قرار دیا جائے گا۔ رہی وہ تطبیق جو غیر مقلدین گیارہ اور تیرہ وغیرہ والی حدیثوں میں کرتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ علمائے اہل سنت نے اس سے بہتر تطبیق گیارہ اور بیس رکعت والی احادیث کے درمیان کی ہے۔ جس کا تھوڑا سا بیان ناظرین کرام پڑھ چکے ہیں۔ اور اس کی بقیہ تفصیل حسب ذیل ہے

حضرت عائشہ کی گیارہ رکعت والی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غالب احوال پر محمول ہے۔ اور بیس رکعت والی حدیث تراویح رمضان کے ساتھ خاص ہے اور مطلب یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں اکثر و بیشتر گیارہ رکعتیں ہی پڑھا کرتے تھے۔ البتہ بعض اوقات رمضان میں حضور نے بیس رکعت تراویح بھی پڑھی ہیں۔ مولانا عبدالحی لکھنوی التعلیق الممجد علی موطا امام محمد میں ص۱۱۵ پر فرماتے ہیں۔ اِذْ لَاشَکَّ فِیْ صِحَّۃِ حَدِیْثِ عَائِشَۃَ وَضُعْفِ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ لٰکِنَّ الْاَخْذَ بِالرَّاجِحِ وَتَرْکَ الْمَرْجُوْحِ اِنَّمَا یَتَعَیَّنُ اِذَا تَعَارَضَا تَعَارُضًا لَا یُمْکِنُ الْجَمْعُ مُمْکِنٌ بِاَنْ یُّحْمَلَ حَدِیْثُ عَائِشَۃَ عَلٰی اَنَّہٗ اِخْبَارٌ عَنْ حَالِہِ الْغَالِبِ کَمَا صَرَّحَ بِہِ الْبَاجِیْ فِیْ شَرْحِ الْمُوَطَّا وَغَیْرُہٗ یُحْمَلُ حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰی اَنَّہٗ کَانَ ذٰلِکَ اَحْیَانًا۔ یعنی اس میں شک نہیں کہ حضرت عائشہ کی حدیث صحیح اور حضرت ابن عباس کی حدیث ضعیف ہے۔ لیکن ضعیف کو چھوڑ کر صحیح کو لینا صرف اسی وقت متعین ہو سکتا ہے۔ جب دونوں میں ایسا تعارض ہو کہ تطبیق نہ ہو سکے۔ اور یہاں تطبیق

ممکن ہے۔ بایں طور کہ حضرت عائشہ کی حدیث کو اس بات پر محمول کیا جائے۔ کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غالب حال سے خبر دے رہی ہیں۔ جیسا کہ اس کی تصریح باجی نے شرح موطا میں اور ان کے علاوہ دوسرے علماء محدثین نے بھی کی ہے۔ اور حضرت ابن عباس کی حدیث کو بعض اوقات پر محمول کیا جائے۔ ۱۲۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس لیئے کہ بیس رکعتیں صرف رمضان میں پڑھی گئی ہیں۔ اور گیارہ رکعتیں رمضان اور غیر رمضان تمام سال کی راتوں میں پڑھی گئی ہیں۔

تقریبًا اسی مفہوم کی عبارت زرقانی شرح موطا امام مالک ص۲۲۲ جلد ۱ پر بھی مرقوم ہے جمع الوسائل میں ملا علی قاری کا بھی یہی قول ہے۔ علاوہ ازیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ لیل کے متعلق حضرت عائشہ کی روایات میں ایک اور اختلاف ہے۔ جس کو علامہ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ ص۱۷ پر بیان کیا ہے۔ وَيُؤَيِّدُهُ مَا وَقَعَ عِنْدَ اَحْمَدَ وَاَبِي دَاوُدَ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اَبِي قَيْسٍ عَنْ عَائِشَةَ بِلَفْظِ كَانَ يُوْتِرُ بِاَرْبَعٍ وَّثَلٰثٍ وَّسِتٍّ وَّثَلٰثٍ وَّثَمَانٍ وَّثَلٰثٍ وَّعَشْرٍ وَّثَلٰثٍ وَلَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثَ عَشَرَةَ وَلَا اَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَهٰذَا اَصَحُّ مَا وَقَفْتُ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ وَبِهٖ يَجْمَعُ بَيْنَ مَا اخْتُلِفَ عَنْ عَائِشَةَ مِنْ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ الْقُرْطُبِيُّ اَشْكَلَتْ رِوَايَاتُ عَائِشَةَ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ حَتّٰى نَسَبَ بَعْضُهُمْ حَدِيْثَهَا اِلَى الْاِضْطِرَابِ وَهٰذَا اِنَّمَا يَتِمُّ لَوْ كَانَ الرَّاوِيْ عَنْهَا وَاحِدًا اَوْ اَخْبَرَتْ عَنْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ وَّالصَّوَابُ اَنَّ كُلَّ شَيْءٍ ذَكَرَتْهُ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى اَوْقَاتٍ مُّتَعَدِّدَةٍ وَّاَحْوَالٍ مُّخْتَلِفَةٍ بِحَسْبِ النَّشَاطِ وَبَيَانِ الْجَوَازِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یعنی اس کی تائید امام احمد اور ابو داؤد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو بروایت عبد اللہ بن ابی قیس حضرت عائشہ سے ان لفظوں سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر فرماتے۔ چار، اور تین کے ساتھ۔ اور چھ اور تین کے ساتھ۔ اور آٹھ اور تین کے ساتھ اور دس اور تین کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وتر کبھی دس اور تین سے زیادہ نہ ہوتا تھا۔ اور سات سے کم نہ ہوتا تھا اور جس پر میں واقف ہوا ہوں یہ اس سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اس کے ساتھ ان روایات کے درمیان تطبیق ہو سکتی ہے۔ جو اس بارے میں حضرت عائشہ سے مختلف طور پر وارد ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ حضرت عائشہ کی روایتیں اکثر اہل علم پر نہایت مشکل ہو گئیں یہاں تک کہ بعض نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کر دیا (اور یہ (حضرت عائشہ کو اضطراب کی طرف منسوب کرنا) اس وقت تمام ہو سکتا تھا جبکہ حضرت عائشہ سے ان سب کا

راوی ایک ہی ہوتا۔ یا وہ ایک ہی وقت کے متعلق خبر دیتیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اس باب میں جو کچھ بھی ذکر کیا ہے۔ وہ سب بحسب النشاط اور بیان جواز اوقات متعددہ اور احوال مختلفہ پر محمول ہے۔ واللہ اعلم۔ یہی مضمون عینی جلد ۷، ص۲۰۵ پر مسطور ہے۔

ان عبارات کی روشنی میں یہ امر آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ گیارہ رکعت والی حدیث دوام اور استمرار پر محمول نہیں۔ بلکہ اوقات متعددہ اور احوال غالبہ پر مبنی ہے وللہ الحمد۔

غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں محمد بن نصر مروزی کی کتاب قیام اللیل کے حوالہ سے ایک یہ حدیث بھی پیش کیا کرتے ہیں کہ حضرت ابی ابن کعب نے رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: آج رات کو ایک بات ہو گئی۔ آپ نے فرمایا۔ کون سی بات ہو گئی اے ابی۔ حضرت ابی نے عرض کیا۔ میرے گھرانے کی عورتوں نے کہا کہ ہم لوگ قرآن نہیں پڑھتے ہیں۔ پس ہم لوگ تمہارے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور تمہاری اقتدا کریں گے۔ تو میں نے ان کو آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر سکوت فرمایا۔

غیر مقلدین کی ذہنیت بھی عجیب ہے۔ انہیں جہاں آٹھ رکعتیں نظر آئیں تو فوراً تراویح پر محمول کر دیا۔

رمضان شریف میں نماز تراویح کی جماعت کا مشروع ہونا اور مردوں عورتوں کے لیئے نماز تراویح پڑھنے کا جواز فریقین کے نزدیک ہے۔ لہٰذا رمضان شریف میں تراویح کی نماز پڑھا دینا کوئی ایسی بات نہیں جس میں کسی قسم کی ندرت پائی جائے۔ حالانکہ ابی بن کعب کے کلام سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسا واقعہ بیان کر رہے ہیں جس میں ان کے نزدیک انتہائی ندرت پائی جاتی ہے۔ اور وہ اسے اپنے نزدیک بہت ہی نادر الوقوع سمجھتے ہیں کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں۔ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ اللَّيْلَةَ شَيْءٌ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج رات ایک بات ہو گئی ہے۔ حضور نے فرمایا ابی وہ کون سی بات ہو گئی ہے حضرت ابی نے گذشتہ رات آٹھ رکعت نماز پڑھانے کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابی کا حضور کی خدمت میں عرض کرنا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج رات ایک بات ہو گئی۔ صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایسی نئی بات ہے۔ جو اسی رات میں ہوئی اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ ثابت ہوا کہ یہ نماز تراویح نہیں بلکہ نماز تہجد کی جماعت ہے۔ جو بعض ائمہ کے نزدیک تداعی کے ساتھ بلا کراہت جائز ہے۔ اور امام

ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر تداعی کے بلاکراہت جائز قرار دیتے ہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ سمجھتے ہیں اس لیے کہ جمہور صحابہ اور سلف صالحین سے نمازِ تہجد کی جماعت تداعی اور اہتمام خاص کے ساتھ منقول نہیں۔

علاوہ ازیں اس حدیث کی سند میں عیسیٰ ابنِ جاریہ ہے۔ جس کے متعلق ابنِ معین نے کہا عِنْدَہٗ مَنَاکِیْرُ اور نسائی نے کہا منکر الحدیث وَجَاءَ عَنْہُ مَتْرُوْکٌ صرف ابوزرعہ نے لَاَبَأْسَ بِہٖ کہا ہے۔ جو ابنِ معین اور نسائی کی جرح شدید کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ (میزان الاعتدال)

غیر مقلدین حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے بھی آٹھ رکعت تراویح ثابت کرتے ہیں۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَکَعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ حضرت جابر نے آٹھ رکعت بیان فرمائیں لیکن آٹھ کے عدد پر حصر کا قول نہیں کیا جو آٹھ سے زیادہ عدد کے منافی اور معارض ہو۔ اور عدم حصر کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت جابر بعد میں آئے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آنے سے قبل زائد رکعات پڑھ چکے ہوں۔ نیز اس امر کا بھی احتمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یا بعد میں آٹھ کے علاوہ زائد رکعات پڑھی ہوں جن کی نفی حضرت جابر کے قول سے ثابت نہیں ہوتی۔

علاوہ ازیں حضرت جابر صرف ایک رات کا واقعہ اور وہ بھی اپنے علم کے مطابق بیان کر رہے ہیں اس میں بقیہ دو راتوں میں بیس عدد رکعات تراویح کی نفی اس حدیث سے کہاں ثابت ہوئی۔

اس کے بعد عرض ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ کسی محدث نے اس کو صحیح نہیں کہا۔ اس کی سند میں بھی عیسیٰ بن جاریہ ہے۔ جس کے متعلق ہم میزان الاعتدال سے نقل کر چکے ہیں کہ وہ منکر الحدیث تھا۔

رہا یہ شبہ کہ علامہ ذہبی نے اس کی سند کو وسط کہا ہے۔ ہرگز اس حدیث کی صحت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ وسط کے معنی دینا۔ کہ کسی لغت یا اصطلاح میں صحیح نہیں۔ وسط کے معنی ہیں درمیانی۔ اور اس میں کئی احتمال ہیں۔ صحت۔ حسن۔ ضعف۔ سب کا درمیانی مراد ہو سکتا ہے لیکن عیسیٰ بن جاریہ کے حق میں خود علامہ ذہبی کا اسے منکر الحدیث ہونے کو نقل کرنا اس بات کی

روشن دلیل ہے کہ لفظ وسط سے ان کی مراد درمیانہ درجہ کی ضعیف ہے۔

اس مقام پر یہ کہنا کہ علامہ ابن حجر نے التزام کیا ہے۔ کہ فتح الباری میں کوئی ایسی حدیث نہیں لائی جائے گی جو صحیح یا حسن کے درجہ سے کم ہو اور چونکہ حدیث جابر فتح الباری میں موجود ہے اس لیے وہ صحیح نہیں تو حسن ضرور ہوگی۔ انتہائی ابلہ فریبی اور سخن پروری ہے۔

اتنی بات تو قابلِ قبول ہو سکتی تھی کہ فتح الباری کی اکثر و بیشتر روایات یا وہ احادیث جن کے راویوں پر ائمہ جرح و تعدیل کی جرح کتب معتبرہ میں مصرح نہیں صحیح یا حسن ہیں لیکن محض اپنی ضد پوری کرنے کے لیے آنکھیں بند کر کے علی الاطلاق اس کی ہر روایت پر مہر تصدیق ثبت کر دینا اور ائمہ حدیث کی جرح شدید کے باوجود اس کی حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینا کسی اہلِ علم کے نزدیک صحیح نہیں ہو سکتا۔

ابن حجر تو بخاری کے شارح ہیں۔ خود امام بخاری ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے التزام کیا ہے۔ کہ صحیح بخاری میں سوائے صحیح حدیث کے کوئی غیر صحیح روایت داخل نہ کروں گا۔ لیکن اس کے باوجود اس میں بھی بعض ایسی روایات موجود ہیں جو صحیح نہیں۔ اگرچہ ان کا وجود نادر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شارحین کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تاویل کرنی پڑی ہے۔ دیکھیے مقدمہ فتح الباری جلد اول ص۱۳ پر حافظ ابنِ حجر نے علامہ نووی کا کلام نقل کیا ہے۔ وَعَلٰی ھٰذَا یُحْمَلُ قَوْلُہٗ مَا اَدْخَلْتُ فِی الْجَامِعِ اِلَّا مَا صَحَّ اَیْ مِمَّا سُقْتُ اِسْنَادَہٗ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ اھ کلامہ۔

یعنی اس تقدیر پر امام بخاری کا یہ قول کہ میں نے اپنی جامع صحیح بخاری میں صرف وہی حدیثیں داخل کی ہیں جو صحیح ہیں۔ اس امر پر محمول ہوگا کہ جن کی سندیں نے بیان کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علامہ نووی کا کلام ختم ہوا اس کے بعد متصلاً علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وَقَدْ تَبَیَّنَ مِمَّا فَصَّلْنَاہُ بِہٖ اَقْسَامُ تَعَالِیْقِہٖ اَنَّہٗ لَا یَفْتَقِرُ اِلٰی ھٰذَا الْحَمْلِ وَاَنَّ جَمِیْعَ مَا فِیْہِ صَحِیْحٌ بِاعْتِبَارِ اَنَّہٗ کُلَّہٗ مَقْبُوْلٌ لَیْسَ فِیْہِ مَا یَرِدُ مُطْلَقًا اِلَّا النَّادِرَ مقدمہ فتح الباری جلد اول ص۱۳

یعنی تعلیقات بخاری کی جو تفصیل ہم نے بیان کی ہے۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی۔ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول مذکور کو مِمَّا سُقْتُ اِسْنَادَہٗ پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ امر بھی واضح ہو گیا۔ کہ بخاری کی تمام حدیثیں اس اعتبار سے صحیح ہیں کہ وہ سب مقبول ہیں۔ ان میں کوئی حدیث ایسی نہیں ہے۔ جسے مطلقاً رد کر دیا جائے۔ سوائے نادر (حدیثوں) کے۔

حیرت ہے کہ جو لوگ توثیق رواۃ پر صحت حدیث کو موقوف سمجھتے ہیں ان کے نزدیک حدیث جابر

محض فتح الباری میں درج ہو جانے کی وجہ سے کیونکر صحیح ہو گئی حالانکہ اس کے راوی پر اہل نقد و نظر ائمہ حدیث کی جرح شدید موجود ہے۔ جیسا کہ ہم تفصیل سے نقل کر چکے ہیں۔ جس طرح ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کا سہارا تلاش کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح غیر مقلدین حدیث جابر کے فتح الباری میں آ جانے کو دلیل صحت قرار دے رہے ہیں۔ بہر حال یہ قول صحت حدیث کے دلائل میں ایک شاندار اضافہ ہے

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ غیر مقلدین بعض علماء احناف و شوافع کے اقوال بھی پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ علامہ عینی اور علامہ زیلعی اور علامہ ابن حجر رحمہم اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری فتح الباری نصب الرایہ وغیرہ میں حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رمضان شریف کی تین راتوں کی نماز کا آٹھ رکعت ہونا ثابت کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی امر مجمل کی تفسیر اور شئی مبہم کے بیان میں فقہاء اور محدثین کا کوئی روایت لانا اس امر کو مستلزم نہیں کہ ان کے نزدیک اس روایت کا مضمون صحیح اور واجب القبول بھی ہے۔ حضرات محدثین کا دستور ہے کہ وہ ایک امر مجمل کے بیان میں متعدد روایات وارد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح فقہا کرام ایک مسئلہ کے متعلق بعض اقوال لے آتے ہیں۔ مگر ان روایات و اقوال کا مضمون کسی علت کے باعث واجب القبول نہیں ہوتا۔

اگرچہ اہل علم کے لیے یہ بات محتاج بیان نہیں مگر اتمام حجت کے لیے اس کی دلیل میں غیر مقلدین کے پیشوا اور مقتدا علامہ شوکانی کا قول پیش کرتا ہوں جو نیل الاوطار میں اسی حدیث کے تحت مرقوم ہے۔ وَاَمَّا الْعَدَدُ الثَّابِتُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ فِي رَمَضَانَ فَاَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً فَاَخْرَجَ ابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيْحِهِ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ نیل الاوطار جلد ۳ ص ۵۷

ترجمہ :- علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ رمضان کے متعلق جو عدد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ حضرت عائشہ کی اس حدیث میں ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جابر کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور پھر وتر

پڑھے۔ اس کے بعد علامہ شوکانی نے بیہقی کی بیس رکعت والی حدیث نقل کی پھر فرمایا۔ وَالْحَاصِلُ اَنَّ الَّذِيْ دَلَّتْ عَلَيْهِ اَحَادِيْثُ الْبَابِ وَمَا يُشَابِهُهَا وَهُوَ مَشْرُوْعِيَّةُ الْقِيَامِ فِيْ رَمَضَانَ وَالصَّلٰوةِ فِيْهِ جَمَاعَةً وَفُرَادٰى فَقَصْرُ الصَّلٰوةِ الْمُسَمَّاتِ بِالتَّرَاوِيْحِ عَلٰى عَدَدٍ مُعَيَّنٍ وَتَخْصِيْصُهَا بِقِرَاءَةٍ مَخْصُوْصَةٍ لَمْ يَرِدْ بِهِ سُنَّةٌ اِنْتَهٰى ۔ نیل الاوطار جلد ۳ ص ۵۸ یعنی کلام حاصل یہ ہے کہ جس چیز پر احادیث باب اور ان کے مشابہ احادیث نے دلالت کی وہ قیام رمضان اور فی رمضان کی مشروعیت ہے۔ جماعت سے ہو یا تنہا۔ لہٰذا جس نماز کا نام تراویح ہے۔ اسے عدد معین پر ٹھہرا دینا اور اسے قرأت مخصوصہ کے ساتھ خاص کر دینا ایسی بات ہے جس کے ساتھ سنت وارد نہیں ہوئی۔ دیکھیے جس موقعہ پہ عینی فتح الباری۔ نصب الرایہ وغیرہ میں حضرت عائشہ کی گیارہ رکعت والی اور حضرت جابر کی (وتر کے علاوہ) آٹھ رکعت والی حدیث وارد ہوئی ہے بالکل اسی موقعہ پر نیل الاوطار میں یہ دونوں حدیثیں وارد ہیں لیکن اس کے باوجود علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ کہ نماز تراویح کو عدد معین پر ٹھہرا دینا ایسی بات ہے جس کے ساتھ سنت وارد نہیں ہوئی۔ یعنی تراویح میں عدد معین کا قول کرنا خلاف سنت ہے۔ لہٰذا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح کے عدد ثابت کے بیان میں ان دونوں حدیثوں کا شوکانی کے کلام میں وارد ہونا عدد معین (آٹھ رکعت) کا مثبت نہیں۔ بالکل اسی طرح علامہ عینی حافظ ابن حجر اور علامہ زیلعی کے کلام میں بھی حدیث عائشہ و حدیث جابر کا وارد ہونا آٹھ رکعت تراویح کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ علامہ شوکانی نے لَمْ يَرِدْ بِهِ سُنَّةٌ کہہ کر غیر مقلدین کے استدلال کا خاتمہ کر دیا۔ کیونکہ آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں غیر مقلدین کی تمام پونجی یہی دو حدیثیں تھیں۔ لیکن شوکانی صاحب نے واضح کر دیا کہ ان دونوں حدیثوں سے آٹھ رکعت کا عدد معین ثابت نہیں ہوتا۔ والحمد للہ علی احسانہ

اہل بصیرت سے یہ امر مخفی نہیں کہ حضرت ائمہ مجتہدین خصوصاً ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین علم و فضل، تقوے و طہارت اور انابت الی اللہ کے اس بلند مقام پر فائز ہیں۔ جس کا تصور اس زمانے میں کسی بڑے سے بڑے اہل علم اور متقی کے متعلق بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان ائمہ کرام کا صحیح مسلک وہی تھا جس پر ان کے جانشین اور ان کے بعد ان کے جمہور مقلدین و متبعین عمل پیرا ہیں۔

ایسے جلیل القدر خیار امت ائمہ اعلام کا مبارک گروہ درحقیقت مسلمانوں کا وہ طائفہ مقدسہ ہے۔ جسے بمصداق آیہ کریمہ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ

وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ تمام امت مسلمہ کی قیادت و سیادت کا شرف حاصل ہے ۔ اور ان ائمہ ہدیٰ کے متبعین و مقلدین کی جماعت مسلمانانِ عالم کا وہ سوادِ اعظم ہے جس کا مذہب و مسلک آیۃ کریمہ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ہ کی روشنی میں مدارِ نجات اور معیارِ صداقت ہے ۔ اور ان کے راستے سے انحراف موجبِ ضلالت وغوایت اور جہنم رسید ہونے کا باعث ہے ۔

لیکن شرذمۂ قلیلہ وطائفہ حقیرہ کے معدودے چند افراد ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کے ان مقدس اور محبوب بندوں کو ازراہِ عناد و بدنفسی تیرِ ملامت بناتے رہے ہیں ۔ چنانچہ اب بھی غیر مقلدین کا گروہِ قلیل حضرات مجتہدین ائمہ اربعہ خصوصًا امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین اور ان کے مقلدین ومتبعین کے حق میں زبان طعن دراز کر رہا ہے ۔ کبھی انہیں اہلِ رائے کہا جاتا ہے ۔ کبھی ان کے مسائل مذہبیہ کو احادیثِ صحیحہ کے خلاف قرار دے کر انہیں مطعون کیا جاتا ہے اور بسا اوقات یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کے استدلال کی بنیاد احادیثِ ضعیفہ اور اقوال مرجوحہ ہیں ۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ ان معترضین نے آج تک ان ائمہ ہدیٰ کے اصول کو نہیں سمجھا ۔ کاش یہ لوگ تعصب سے دور رہ کر ان کے قواعدِ مذہب اور اصولِ استدلال کو سمجھ لیتے تو شاید اس دریدہ دہنی کی جرأت نہ کرتے ۔ اس مختصر رسالے میں اتنی گنجائش نہیں کہ ان تمام امور پر تفصیلی بحث کریں ۔ البتہ صرف ایک امر کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں ۔ اور وہ یہ کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی ایسی حدیث سے استدلال نہیں کیا جو ان کی نظر میں ضعیف ہو اور اس کی تقویت دیگر احادیث یا اقوالِ صحابہ ان کے اعمال یا اہلِ علم کے تعامل یا کسی دوسری دلیل شرعی سے نہ ہو گئی ہو ۔ اور محدثین کرام اس پر متفق ہیں کہ حدیثِ ضعیف طرق مذکورہ میں سے کسی طریق سے مؤید و معتضد ہو جائے تو وہ قابلِ احتجاج ہے ۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى مَنْ لَهٗ اَدْنٰى مَعْرِفَةٍ فِيْ فَنِّ الْحَدِيْثِ ۔

باب تراویح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان شریف میں بیس رکعت تراویح پڑھنا ۔ اگرچہ بسندِ ضعیف ثابت ہے ۔ لیکن چونکہ اس کا مضمون تعامل صحابہ اور اقوال علماء اور جمہور امت کے توافق سے مؤید ہو چکا ہے ۔ اس لیے اس سے دلیل لانا اصولِ محدثین کے موافق بھی صحیح اور درست ہے بلکہ میں تو یہاں تک عرض کروں گا کہ بیس تراویح کی حدیثِ مرفوع مذکور کے ثابت الاصل اور مستدل بہ ہونے کا قول کرنا ضروری ہے ۔ ورنہ ان تمام صحابہ سلف صالحین ائمہ مجتہدین اور جمہور علماءِ امتِ مسلمہ

کو سنتِ نبوی کے مخالفین میں شمار کرنا پڑے گا ۔ جن کا عمل اس حدیث کے مطابق ہونا غیر مقلدین کے نزدیک بھی مسلم ہے :

علمِ حدیث کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں کہ کسی حدیث کا فی الواقع ثابت الاصل اور صحیح ہونا صحت اسناد پر موقوف نہیں ۔ ممکن ہے کہ صحت اسناد کے باوجود کوئی حدیث واقع میں صحیح نہ ہو ۔ کما قال ابن الصلاح ۔

جب صحت اسناد پر صحت حدیث موقوف نہیں تو ضعف اسناد پر ضعف حدیث کا مدار کیونکر ہو سکتا ہے ۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ موضوعات کبیر میں اسی موضوع پر اثنائے کلام میں فرماتے ہیں :

فَلَا مَطْمَعَ لِلْقَطْعِ فِيْ مَقَامِ الْاِسْنَادِ لِتَجْوِيْزِ الْعَقْلِ اَنْ يَكُوْنَ الصَّحِيْحُ فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ ضَعِيْفًا اَوْ مَوْضُوْعًا وَالْمَوْضُوْعُ صَحِيْحًا مَرْفُوْعًا اِلَّا الْحَدِيْثُ الْمُتَوَاتِرُ فَاِنَّهٗ فِيْ اِفَادَةِ الْعِلْمِ الْيَقِيْنِيِّ يَكُوْنُ مَقْطُوْعًا وَلِذَا قَالَ الزَّرْكَشِيُّ بَيْنَ قَوْلِنَا لَمْ يَصِحَّ وَقَوْلِنَا مَوْضُوْعٌ بَوْنٌ بَعِيْدٌ فَاِنَّ الْوَضْعَ اِثْبَاتُ الْكِذْبِ وَقَوْلُنَا لَمْ يَصِحَّ اِنَّمَا هُوَ اِخْبَارٌ عَنْ عَدَمِ الثُّبُوْتِ وَلَا يَلْزَمُ مِنْهُ اِثْبَاتُ الْعَدَمِ ۔ ترجمہ :- مقام اسناد میں یقین کے لیے امید کا کوئی موقع نہیں یعنی محض سند کے پیشِ نظر کسی حدیث کو یقینی طور پر صحیح کہہ دینا ہرگز درست نہیں ہو سکتا کیونکہ عقلاً جائز ہے کہ کوئی صحیح حدیث ضعیف یا موضوع ہو ۔ اور اسی طرح حدیث موضوع حقیقۃً صحیح مرفوع ہو ۔ سوائے حدیث متواتر کے کہ وہ علم یقینی کا فائدہ دینے میں قطعی ہے اسی لیے علامہ زرکشی نے فرمایا کہ ہمارے قول "لم یصح" اور موضوع میں بہت بڑا فرق ہے ۔ اس لیے کہ وضع اثبات کذب ہے اور "لم یصح" صرف عدم ثبوت کی خبر دیتا ہے ۔ اور اس سے اثباتِ عدم لازم نہیں آتا ۔

اسی طرح ابن قیم جوزیہ نے ایک حدیث کے متعلق کہا کہ وَاِنْ صَحَّحَ بَعْضُ النَّاسِ سَنَدَهٗ فَالْحِسُّ يَشْهَدُ بِوَضْعِهٖ یعنی اگرچہ بعض لوگوں نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے لیکن قوتِ حاسہ اس کے موضوع ہونے کی شہادت دیتی ہے ۔ معلوم ہوا کہ محض سند پر ثبوت و وضع کا مدار نہیں ۔

اہلِ علم کے نزدیک تو یہ امر بھی قابلِ انکار نہیں ہو سکتا کہ بصیرت کاملہ رکھنے والے علمائے راسخین کسی حدیث کے موضوع اور غیر موضوع ہونے کی معرفت حاصل کرنے کے لیے سند کے محتاج نہیں ہوتے ۔

دیکھیے ملا علی قاری موضوعات کبیر ص۸۹ پر فرماتے ہیں۔ وَقَدْ سُئِلَ اِبْنُ الْقَیِّمِ الْجَوْزِیَّۃ هَلْ یُمْکِنُ مَعْرِفَۃُ الْحَدِیْثِ الْمَوْضُوْعِ بِضَابِطَۃٍ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْظُرَ فِیْ سَنَدِہٖ فَقَالَ هٰذَا سُوَالٌ عَظِیْمُ الْقَدْرِ وَاِنَّمَا یَعْرِفُ ذٰلِکَ مَنْ تَطَّلِعُ فِیْ مَعْرِفَۃِ سُنَنِ الصَّحِیْحَۃِ وَخَلَطَتْ بِلَحْمِہٖ وَدَمِہٖ وَصَارَ لَہٗ فِیْهَا مَلَکَۃٌ وَاخْتِصَاصٌ شَدِیْدٌ بِمَعْرِفَۃِ السُّنَنِ وَالْاٰثَارِ وَمَعْرِفَۃِ سِیْرَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَهَدْیِہٖ فِیْمَا یَأْمُرُ بِہٖ وَیَنْهٰی عَنْہُ وَیُخْبِرُ عَنْہُ وَیَدْعُوْا اِلَیْہِ وَیُحِبُّہٗ وَیَکْرَهُہٗ وَیَشْرَعُہٗ لِلْاُمَّۃِ بِحَیْثُ کَانَتْ مُحَافِظٌ لَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بَیْنَ صَحَابَۃِ الْکِرَامِ نَمْثُلُ هٰذَا یَعْرِفُ مِنْ اَحْوَالِہٖ وَهَدْیِہٖ وَکَلَامِہٖ وَاَقْوَالِہٖ وَاَفْعَالِہٖ وَمَا یَجُوْزُ اَنْ یُّخْبِرَ بِہٖ وَمَا لَا یَجُوْزُ مَا لَا یَعْرِفُہٗ غَیْرُہٗ وَهٰذَا شَانُ کُلِّ مَتْبُوْعٍ مَعَ تَابِعِہٖ۔ اھ۔ ترجمہ:۔ ابن قیم جوزیہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ حدیث موضوع کو کسی ضابطہ کے ساتھ معلوم کرلیا جائے۔ اس کے بغیر کہ اس کی سند میں نظر کی جائے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک عظیم الشان سوال ہے۔ سند دیکھے بغیر کسی حدیث کے موضوع ہونے کو وہی شخص جان سکتا ہے جو معرفت سنن صحیحہ کے بلند مقام پر فائز ہو۔ اور سنن صحیحہ کی معرفت اس کے گوشت اور خون کے ساتھ مخلوط ہو گئی ہو۔ اور اسے ان کی معرفت میں عظیم ملکہ پیدا ہو گیا ہو۔ اور معرفت سنن و آثار و معرفت، سیرت و خصلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اختصاص شدید حاصل ہو چکا ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر و نہی، اخبار و دعوت، حب و کراہت اور امت مرحومہ کے لیے احکام مشروعہ سے متعلق تمام امور میں حضور کی سیرت و خصلت مبارکہ سے پوری طرح واقف ہو اور اس کو یہ حیثیت حاصل ہو جائے کہ گویا وہ صحابہ کرام کی معیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ساتھ اختلاط کامل رکھتا ہے تو اس جیسا آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور سیرت اور کلام مبارک اور تمام اقوال و احوال مبارکہ کو صحیح معنی میں پہچان سکتا ہے۔ اور اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ کون سی چیزوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خبر دینا جائز ہے۔ اور کون سی چیزوں سے خبر دینا حضور کے حق میں جائز نہیں۔ یہ امور اس قبیلہ سے ہیں جسے مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہونے والے علماء راسخین و کاملین کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں جان سکتا اور یہ متبوع کی اپنے تابع کے ساتھ یہی شان ہوتی ہے

ایسی صورت میں اگر امام اعظم جیسا اہل بصیرت انسان دلائل و قرائن کی روشنی میں حق کو باطل

سے ممتاز کر کے حق کو قبول کرے اور باطل سے کنارہ کرے تو کیا وہ کسی ذی شعور کے نزدیک مستحق طعن ہو سکتا ہے۔

بنابریں اگر بفرض محال یہ تسلیم ہی کر لیا جائے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مسائل فقہیہ صحیح حدیثوں کے خلاف ضعیف حدیثوں پر مبنی ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ احادیث جو محدثین کے نزدیک صحیح الاسناد ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ بصیرت میں نصوص قرآنیہ اقوال صحابہ کرام۔ تعامل اہل علم و دیگر دلائل شرعیہ کی موجودگی میں فی الواقع غیر صحیح اور ناقابل احتجاج ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس جن احادیث کو محدثین نے اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق ضعیف اور ناقابل احتجاج قرار دیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصول و معیار کے موافق وہ احادیث فی الواقع صحیح اور قابل احتجاج ہوں۔ مگر اس بیان سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہمارے نزدیک علم الاسناد بے معنی ہے۔ اسناد کا مقصد کذب و افتراء اور وضع احادیث کے طوفان کو روکنا اور اس باب میں دجل و فریب کی راہوں کو بند کرنا ہے نہ یہ کہ اسناد کے سامنے تمام دلائل قرآنیہ اور قرائن و شواہد قطعیہ کو پس پشت ڈال کر فہم و فراست کو بھی بالائے طاق رکھ دیا جائے

حجیت و عدم حجیت حدیث میں سند کے علاوہ تمام دلائل شرعیہ سے بے نیاز ہو جانا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ روایت کے ساتھ درایت کو ملحوظ رکھنا انتہائی نادانی اور سخت حماقت کی دلیل ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ بکثرت احادیث بعض محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور بعض کے نزدیک غیر صحیح۔ اسی طرح بے شمار رواۃ حدیث بعض ارباب نقد و نظر کی رائے میں مجروح اور غیر ثقہ ہیں اور بعض کے نزدیک معدل و ثقہ لیکن اس اختلاف رائے کی وجہ سے کسی ایک کو بھی مورد الزام قرار نہیں دیا جاتا۔ خدا جانے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معترضین کا کیا بگاڑا ہے۔ کہ یہ لوگ ان کے حق میں طعن و تشنیع سے باز نہیں آتے۔

علم حدیث سے ذوق رکھنے والے حضرات خوب جانتے ہیں کہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد وغیرہم محدثین کرام کے مابین صحت حدیث کے شرائط میں اختلاف شدید ہے۔ ایک حدیث ابو داؤد کے نزدیک صحیح ہے۔ مگر امام بخاری اس کی صحت کے قائل نہیں۔ اس صورت میں اگر امام بخاری اس حدیث سے استدلال نہ کریں۔ تو انہیں حدیث صحیح کا مخالف قرار نہیں دیا جاتا۔ دیکھیے امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری حمد الٰہی سے شروع نہیں کیا۔ حالانکہ ابن ماجہ کی صحیح حدیث میں وارد ہے۔ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَاْ فِیْهِ بِالْحَمْدِ اَقْطَعُ (جو مہتم بالشان کام حمد الٰہی سے شروع نہ کیا جائے

وہ ناتمام ہے) رَوَاہُ ابْنُ حِبَّانَ وَاَبُو عَوَانَۃَ فِیْ صَحِیْحِھِمَا وَقَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ بَلْ صَحِیْحٌ۔ عینی جلد ۱ ص۱۵ طبع قدیم لیکن صحت حدیث کے باوجود امام بخاری نے اس پر عمل نہیں کیا۔ جس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لیے انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ عینی میں ہے۔ (اَلْاَوَّلُ اِنَّ الْحَدِیْثَ لَیْسَ عَلٰی شَرْطِہٖ) عینی جلد ۱ ص۱۵ (پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں۔ اگرچہ علامہ عینی نے اس پر اور اس کے علاوہ تمام جوابات پر اعتراضات کئے ہیں۔ لیکن ظاہر پرستوں نے یہ امر بہرحال تسلیم کر ہی لیا کہ جو حدیث کسی محدث کی شرط پر نہ ہو وہ اس پر عمل نہیں کیا کرتا۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں آج تک اس اصول کو تسلیم نہیں کیا گیا کیا اس سے بڑھ کر بھی تعصب اور عناد کی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟

تعجب ہے کہ غیر مقلدین امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر احادیث صحیحہ کے ترک کا الزام لگاتے ہیں۔ حالانکہ امام بخاری اور امام مسلم جیسے جلیل القدر محدثین نے بکثرت ایسی احادیث کو چھوڑ دیا جو اُن کے مقرر کردہ شرائط کے مطابق بالکل صحیح ہیں حتیٰ کہ دیگر محدثین مثلاً دارقطنی وغیرہ نے بعض اوقات شیخین پر الزام بھی عائد کیا کہ فلاں حدیث ان کے مجوزہ معیار کے موافق صحیح ہے۔ پھر انہوں نے اسے کیوں ترک کیا۔ جس کے جواب میں آج تک یہی کہا جاتا ہے کہ اگرچہ وہ حدیثیں شیخین کی شرط پر صحیح ہیں۔ لیکن یہ دونوں بزرگ (بخاری ومسلم) فن حدیث میں وہ نگاہ دوربین رکھتے ہیں۔ جس سے ان احادیث میں انہیں کوئی ایسی بات نظر آئی جس کی وجہ سے اپنے صحیحین میں ان احادیث کو درج نہیں کیا۔ تو کیا یہ ممکن نہیں کہ شیخین سے زیادہ اہل بصیرت مثلاً امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی نگاہ اجتہاد اور نور فراست کی روشنی میں صحیحین کی بعض احادیث میں کوئی امر معلوم کر لیا ہو۔ جس کی بنیاد پر ان سے استدلال کرنا پسند نہ فرمایا۔ پھر ان پر طعن کرنا اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

غیر مقلدین امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں کچھ بھی کہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ محدثین متاخرین مثلاً امام بخاری، امام مسلم وغیرہما رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین امام موصوف کے خوشہ چیں اور ان کے واسطہ در واسطہ شاگردوں سے مستفیض ہیں۔ نیز یہ کہ ان محدثین کرام کی اسانید کیسی ہی عالی کیوں نہ ہوں لیکن فقاہت وروایت میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسانید کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اور یہ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود تابعی اور کبار تابعین کے دور میں ہونے کی وجہ سے عہد رسالت سے بہت قریب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں چار واسطوں سے متجاوز نہیں ہوتی۔ اور اکثر و بیشتر صرف دو واسطوں (ایک تابعی اور ایک صحابی) سے آپ کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ تابعین کا دور مشہود لہ بالخیر ہے۔ اس لیے ان کی اکثریت ثقہ ہے۔ اور صحابی کے ثقہ ہونے میں آج تک کسی نے کلام ہی نہیں کیا۔ اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ فِی الرِّوَایَۃِ۔ اس لیے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اسانید وروایات کو ضعیف اور ناقابل احتجاج کہنا گویا آفتاب کو منہ چڑانا ہے۔ ثلاثیات بخاری کے مقابلے میں ثنائیات بلکہ وحدانیات ابوحنیفہ کو نظر انداز کر دینا دنیا میں کتمان حق کی بدترین مثال ہے۔

اب ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی چند اسانید پیش کرتے ہیں۔ جن سے ناظرین کرام کو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔

اسانید امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۱:۔ رَوٰی اَبُوْحَنِیْفَۃَ۔ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ النَّخْعِیِّ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا مَعْشَرَ الصَّحَابَۃِ الْاِسْتِخَارَۃَ (شرح مسند امام اعظم ص۹)

۲:۔ رَوٰی اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَکْتُبُ لِلْاِنْسَانِ الدَّرَجَۃَ الْعُلْیَا فِی الْجَنَّۃِ۔ الحدیث (شرح مسند ص۸)

۳:۔ رَوٰی اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ الحدیث (شرح مسند ص۵)

۴:۔ رَوٰی اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ یَسَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَھٰی عَنْ بَیْعِ الْوَلَاءِ (ص۲۰۱ شرح مسند)

۵:۔ رَوٰی اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ الصُّفُوْفَ (ص۲۰۱ شرح مسند)

۶:۔ رَوٰی اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ

وَهُوَ صَائِمٌ ۔ (ص۱۰۴)

۷:۔ رَوَیٰ اَبُوحَنِیفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ لِرَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَلَنْسُوَة بَیْضَاءُ ۔ (ص۲۰ شرح مسند)

۸:۔ رَوَیٰ اَبِی حَنِیفَةَ عَنْ عَطِیَّةَ بْنُ سَعْدٍ العَوفِی عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَا یَشْکُرُ اللّٰہَ مَنْ لَا یَشْکُرِ النَّاس (ص۱۴۴ شرح مسند)

۹:۔ رَوَیٰ اَبُوحَنِیفَةَ عَنْ عَبدِاللّٰہِ بن دِینَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اَلوِتْرُ اَوَّل اللَّیْل الحدیث (ص۱۱۵ شرح مسند)

۱۰:۔ رَوَیٰ اَبُوحَنِیفَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم طَلَبُ العِلْمِ فَرِیْضَةٌ ۔ الحدیث (ص۲۸۵ شرح مسند)

۱۱:۔ رَوَیٰ اَبُوحَنِیفَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم الدَّالُ عَلَیَ الخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ (ص۲۸۵ شرح مسند)

اسانید مذکورہ میں صحابۂ کرام کے علاوہ دیگر رواۃ کی توثیق کتب معتبرہ سے پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ صحابہ کرام کے عادل اور ثقہ ہونے میں تمام امت مسلمہ متفق ہے۔

۱:۔ عطاء بن یسار..... ثقة فاضل ۔تقریب التہذیب ص۳۶۲

۲:۔ محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب القرشی وکنیتہ ابوبکر الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ و اتقانہ وثبتہ وہومن الطبقة الرابعة ۔ تقریب التہذیب ص۲۷)

۳:۔ حماد بن ابی سلیمان کے تحت مرقوم ہے ۔ قال معمر ما رأیت افقہ من ہٰؤلاء الزہری وحماد وقتادة وقال بقیہ قلت لشعبة حماد بن ابی سلیمان ؟ قال کان صدوق اللسان ۔ تہذیب التہذیب جلد۳ ص۱۶

۴:۔ ابراہیم بن سوید النخعی ۔ قال العجلی ثقة و ذکرہ ابن حبان فی الثقات تہذیب التہذیب جلد اول ص۱۲۷

۵:۔ علقمہ قال اسحٰق بن منصور عن ابن معین ثقة وقال ابن المدینی اعلم الناس بعبداللہ علقمة والاسود وعبیدة والحارث (تہذیب التہذیب جلد ہفتم ص۲۷۷)

۶:۔ عطیہ ۔ وکان ثقة ان شاء اللہ تعالیٰ و لہ احادیث صالحة ۔ تہذیب التہذیب جلد ہفتم ص۲۲۶ ۔

۷:۔ عبداللہ بن دینار ۔ قال صالح بن احمد عن ابیہ ثقة مستقیم الحدیث وقال ابن معین و ابوزرعہ وابوحاتم ومحمد بن سعد والنسائی ثقة ۔ تہذیب التہذیب جلد پنجم ص۲۰۲

۸:۔ اسود بن یزید ۔ قال ابوطالب عن احمد ثقة من اہل الخیر قال اسحٰق عن یحییٰ ثقة وقال ابن سعد کان ثقة ولہ احادیث صالحة ۔ تہذیب التہذیب جلد اول ص۳۴۳ ۔

اس مقام پر دو باتیں خاص طور پر ملحوظ رہیں ۔ ایک یہ کہ معاصر کا عنعنہ مطلقاً سماع پر محمول ہوتا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات اپنے مشائخ سے بلاشبہ ثابت ہے ۔ لہٰذا آپ کی اسانید میں عنعنہ یقیناً سماع پر محمول ہے

دوسری یہ کہ بقول علامہ ابن حجر عسقلانی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا ہے اور ابن سعد نے بسند معتبر روایت کیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس بن مالک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ۔ اس وقت وہاں کے شہروں میں حضرت انس کے علاوہ بھی متعدد صحابہ کرام بقید حیات موجود تھے اور ابن حجر مکی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے آٹھ صحابہ کرام کو پایا ۔ جن میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی حضرت سہل بن سعید اور حضرت ابوالطفیل بھی شامل ہیں ۔ حضرت انس کے زمانہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کم از کم نو دس سال تھی ۔ مذکورہ بالا دونوں باتوں کے ذیل میں جو کچھ عرض کیا گیا وہ شرح مسند امام اعظم لملا علی القاری ص۲۸۴ اور ص۲۸۵ سے منقول ہے ۔

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے ۔ کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسانید کے اس نقشہ سے حسب ذیل امور واضح ہیں

۱:۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بلا واسطہ بھی صحابی سے روایت کرتے ہیں اگرچہ وہ روایات ہم تک شاذ و نادر ہی پہنچی ہوں ۔

۲:۔ امام اعظم اور صحابی کے درمیان تین واسطے ہیں ۔ اور اکثر و بیشتر صرف ایک یا دو ۔

۳:۔ امام صاحب کی سند زیادہ سے زیادہ چار واسطوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے ۔ اور اگر امام صاحب خود صحابی سے روایت کریں ۔ تو ظاہر ہے کہ امام صاحب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک ہی واسطہ ہوتا ہے ۔

۴:۔ امام صاحب کے مشائخ و رواۃ حدیث نہایت افضل و ثقہ بہترین فقیہ اور اعلیٰ درجہ کی روایت سے متصف ہیں

۵:۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام رواۃ حدیث خصوصاً حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت وفقاہت اور واقفیت بہت زیادہ روشن ہو جاتی ہے ۔ جیسے حضرت ابن عیینہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا اور صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام و دیگر محققین کرام نے اسے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے فتح القدیر مطبوعہ مصر جلد اول صہ ۲۷۰۔

وَذٰلِکَ اَنَّہٗ اجْتَمَعَ مَعَ الْاَوْزَاعِیِّ بِمَکَّۃَ فِیْ دَارِ الْحَنَّاطِیْنَ کَمَا حَکٰی ابْنُ عُیَیْنَۃَ قَالَ الْاَوْزَاعِیُّ مَا بَالُکُمْ لَا تَرْفَعُوْنَ عِنْدَ الرُّکُوْعِ وَالرَّفْعِ مِنْہُ فَقَالَ لِاَجْلِ اَنَّہٗ لَمْ یَصِحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِ شَیْءٌ فَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ کَیْفَ لَمْ یَصِحَّ وَقَدْ حَدَّثَنِی الزُّہْرِیُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِذَا فَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَعِنْدَ الرُّکُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْہُ فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ وَثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاہِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ لِشَیْءٍ مِنْ ذٰلِکَ. فَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ اُحَدِّثُکَ عَنِ الزُّہْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ وَتَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاہِیْمَ فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ کَانَ حَمَّادٌ اَفْقَہَ مِنَ الزُّہْرِیِّ وَکَانَ اِبْرَاہِیْمُ اَفْقَہَ مِنْ سَالِمٍ وَعَلْقَمَۃُ لَیْسَ بِدُوْنٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِی الْفِقْہِ وَاِنْ کَانَ لِابْنِ عُمَرَ صُحْبَۃٌ وَلَہٗ فَضْلُ صُحْبَتِہٖ فَالْاَسْوَدُ لَہٗ فَضْلٌ کَثِیْرٌ وَعَبْدُ اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ فَرَجَّحَ بِفِقْہِ الرُّوَاۃِ کَمَا رَجَّحَ الْاَوْزَاعِیُّ بِعُلُوِّ الْاِسْنَادِ وَھُوَ الْمَذْھَبُ الْمَنْصُوْرُ عِنْدَنَا اِنْتَھٰی۔

خلاصہ ترجمہ: وہ واقعہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ امام اوزاعی کے ساتھ مکہ معظمہ میں خوشبو فروشوں کی حویلی میں جمع ہوئے۔ جیساکہ ابن عیینہ نے بیان کیا ہے۔ امام اوزاعی کہنے لگے۔ آپ لوگوں کا کیا حال ہے۔ کہ رکوع کرتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے آپ رفع یدین نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ نے جواب دیا ہم رفع یدین اس لیے نہیں کرتے کہ اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شے صحیح نہیں ہوئی۔ امام اوزاعی نے فرمایا کیسے صحیح نہیں ہوئی۔ حالانکہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی۔ اور زہری نے سالم سے اور سالم نے اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین فرماتے تھے۔ اور اسی طرح رکوع میں جاتے وقت۔ اور رکوع سے اٹھتے وقت۔ اس کے جواب میں امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا۔ ہم سے حماد نے حدیث بیان فرمائی۔ حماد نے ابراہیم نخعی سے اور ابراہیم نخعی نے علقمہ اور اسود سے اور ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین فرماتے تھے۔ پھر اس کے بعد اس نے کسی شے کے لیے رفع یدین کا اعادہ نہ فرماتے تھے۔ امام اوزاعی نے فرمایا۔ میں آپ سے وہ حدیث بیان کر رہا ہوں۔ جو بطریق زہری عن سالم عن عبداللہ بن عمر مروی ہے۔ اور آپ میرے سامنے وہ حدیث پیش کر رہے ہیں جو بطریق حماد عن ابراہیم روایت ہے امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ حماد زہری سے زیادہ فقیہ تھے۔ اور ابراہیم نخعی کو سالم سے کہیں زیادہ فقاہت حاصل تھی۔ اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں۔ اگرچہ عبداللہ بن عمر کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ ان کی صحابیت کی فضیلت مسلم! مگر اسود کے لیے بھی فضل کثیر ثابت ہے۔ اور عبداللہ بن مسعود کا کیا کہنا۔ وہ تو عبداللہ بن مسعود ہیں (جو عبادلہ متعارفہ میں سب سے افضل ہیں۔) امام ابوحنیفہ نے یہ جواب دے کر فقہ رواۃ کے ساتھ اپنی حدیث کو راجح کر دیا۔ جیساکہ امام اوزاعی نے علو اسناد کے ساتھ اپنی حدیث کو راجح کیا تھا اور ہمارے نزدیک فقہ رواۃ کے ساتھ حدیث کا راجح ہونا ہی مذہب منصور ہے۔

یہی واقعہ کفایہ شرح ہدایہ میں بھی مرقوم ہے۔ اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ فَسَکَتَ الْاَوْزَاعِیُّ یعنی جب امام صاحب نے اپنی حدیث کی ترجیح فقہ رواۃ کے ساتھ ثابت کی تو امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔ ملاحظہ فرمایئے کفایہ شرح ہدایہ جلد اول صہ ۲۷۱ مطبوعہ مصر۔

رہا یہ امر کہ بعض متعصبین نے امام ابوحنیفہ اور ان کے بعض رواۃ پر جرح کی ہے تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ جس جرح کی بنیاد محض تعصب ہو۔ اس کا وزن اہل انصاف کے نزدیک پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا۔ متعصبین کے ہاتھوں سے تو کوئی بڑے سے بڑا جلیل القدر امام اور محدث، آج تک محفوظ نہیں رہا۔ پھر کسی کو بھی معتبر نہ مانئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان سب کے نزدیک مسلم ہے۔ مگر ان کی صحیح بخاری کے راویوں کو مجروح کیے بغیر نہیں چھوڑا گیا۔ یقین نہ ہو تو ایک مختصر سا نقشہ اس کا بھی ملاحظہ ہو۔

۱: احمد بن بشیر الکوفی ابوبکر مولی عمرو بن حریث المخذومی "قال النسائی لیس بذالک القوی. وقال عثمان الدارمی متروک۔

۲: احمد بن شبیب بن سوید الحبطی، " قال ابوالفتح الازدی منکر الحدیث مقدمہ فتح الباری جلد۲ صہ ۱۱۳۔

۳: ا۔ احمد بن عاصم البلخی " قال ابوحاتم الرازی مجہول (قلت) روی عنہ البخاری حدیثا واحداً

فی کتاب الرقاق وہو فی روایۃ المستملی وحدہٗ
مقدمہ فتح الباری جلد ۲ صـ ۱۱۳ (رحمہ ب نیچے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۴ :۔ اسماعیل بن ابی اویس عبد اللہ بن اویس بن مالک بن ابی عامر الاصبحی "روی لہ الباقون سوی النسائی فانہ اطلق القول بضعفہ، وروی عن سلمۃ بن شبیب مالوجب یوجب طرح روایتہ ... فیہ قول ... معین فقال مرۃ لا باس بہ قال مرۃ ضعیف وقال مرۃ یسرق الحدیث ہو وابوہ (صـ ۱۱)

۵ :۔ اسید بن زید الجمال "قال النسائی متروک، وقال ابن معین حدیث باحادیث کذب وضعفہ الدارقطنی وقال ابن عدی لایتابع علی روایتہ، وقال ابن حبان یروی عن الثقات المناکیر ویسرق الحدیث، وقال البزار احتمل حدیثہ مع شیعۃ شدیدۃ فیہ، وقال ابو حاتم رایتہم لم اراہم یتکلمون فیہ، قلت لم ار لاحد فیہ توثیقاً (صـ ۱۱)

۶ :۔ اوس بن عبد اللہ الربعی ابو الجوزاء "ذکرہ ابن عدی فی الکامل و ... عن البخاری انہ قال فی اسنادہ نظر ویختلفون فیہ ثم شرح ابن عدی مراد البخاری فقال یرید انہ لم یسمع من مثل ابن مسعود وعائشۃ وغیرہما لا انہ ضعیف عندہ قلت اخرج البخاری لہ حدیثاً واحداً من روایتہ عن ابن عباس قال کان اللات رجلا یلت السویق وروی لہ الباقون (صـ ۱۱)

۷ :۔ زکریا بن یحیی بن عمر بن حصین بن حمید بن منہب الطائی ابو السکین من شیوخ البخاری تکلم فیہ الدارقطنی فقال مرۃ لیس بالقوی وقال مرۃ متروک وقال الحاکم یخطی فی احادیث وقال الخطیب ثقۃ۔ (صـ ۲۸) مقدمہ فتح الباری جلد ۲

۸ :۔ سلم بن رجاء التیمی ابو عبد الرحمٰن الکوفی "قال ابن معین لیس بشیٔ وضعفہ نسائی صـ ۱۳۱

۹ :۔ عبد ربہ بن نافع الکنانی ابو شہاب الحناط الکوفی نزیل المدائن "قال یعقوب بن شیبہ تکلموا فی حفظہ وقال النسائی لیس بالقوی (صـ ۱۴)

۱۰ :۔ یحیی بن ابی زکریا الغسانی الواسطی ابو مروان "ضعفہ ابو داؤد وقال حسین لا اعرف حالہ وقال ابو حاتم لیس بالمشہور، وبالغ ابن حبان وقال لا تجوز الروایۃ عنہ (قلت) اخرج لہ البخاری حدیثاً واحداً من ہشام عن ابیہ عن عائشۃ فی الہدیۃ وقد توبع علیہ عندہ (صـ ۱۷)

بن سعد ا... ن البصری صاحب ابن عون" اوردہ العقیلی فی الضعفاء صـ ۱۱۵

۱۱ :۔ الحارث بن عبید ابو قدامہ مشہور بکنیتہ وباسمہ: ضعف ابن معین۔

۱۲ :۔ الحرث بن عمیر البکری۔ اصلہ من البصرۃ" وثقہ الجمہور وشذ الازدی فضعفہ، وتبعہ الحاکم، وبالغ ابن حبان فقال ان احادیثہ موضوعۃ ولیس لہ فی الصحیح سوی موضع واحد فی اواخر الحج الخ صـ ۱۷۹

اس میں شک نہیں کہ بعض محدثین نے ان کی توثیق بھی کی ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ توثیق بالکلیہ ساقطۃ الاعتبار نہیں۔ مگر ان غیر مقلدین پر سخت تعجب اور افسوس ہے جو صحیح بخاری کے مجروح رواۃ کو معتبر مانتے ہیں مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسانید اور ان کے مذہب کی مؤید احادیث کے راویوں کے حق میں خفیف جرح اور معمولی کلام کو بھی توثیق پر مقدم رکھ کر زبان طعن وتشنیع دراز کرتے اور مسلمانوں کے سواد اعظم گروہ احناف اور جمہور امت مسلمہ کی دل آزاری کرتے ہیں۔

والسلام
فقیر سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف	قیمت
۱	قانونِ شریعت	مولانا شمس الدین صاحب رضوی	۴۸ ــ ۰۰
۲	سیرت مصطفےٰ	عبد المصطفےٰ صاحب اعظمی	۴۸ ــ ۰۰
۳	جنتی زیور	" " "	۳۶ ــ ۰۰
۴	قرآنی تقریریں	" " "	۲۰ ــ ۰۰
۵	نورانی تقریریں	" " "	۲۰ ــ ۰۰
۶	ایمانی تقریریں	" " "	۲۰ ــ ۰۰
۷	حقانی تقریریں	" " "	۲۴ ــ ۰۰
۸	عرفانی تقریریں	" " "	۱۸ ــ ۰۰
۹	روحانی حکایات (اول)	" " "	۱۲ ــ ۰۰
۱۰	روحانی حکایات (دوم)	" " "	۱۵ ــ ۰۰
۱۱	بہشت کی کنجیاں	" " "	۱۵ ــ ۰۰
۱۲	کراماتِ صحابہ	" " "	۲۴ ــ ۰۰
۱۳	عجائب القرآن	" " "	۱۸ ــ ۰۰
۱۴	غرائب القرآن	" " "	۱۸ ــ ۰۰
۱۵	جہنم کے خطرات	" " "	۱۲ ــ ۰۰
۱۶	نوادر الحدیث	" "	۱۵ ــ ۰۰
۱۷	عقائد اہلسنت	مشتاق احمد نظامی	۱۶ ــ ۵۰
۱۸	العذاب الشدید		۱۶ ــ ۵۰
۱۹	قہر خداوندی	مولانا حسن علی رضوی	۱۶ ــ ۵۰
۲۰	برہان صداقت	" " "	۱۶ ــ ۵۰
۲۱	برقِ آسمانی	" " "	۱۵ ــ ۰۰
۲۲	اکابرین دیوبند کا تکفیری افسانہ	مولانا حسن علی رضوی	۴ ــ ۰۰
۲۳	دینِ فطرت	مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی	۱۵ ــ ۰۰
۲۴	اسرار الاولیاء ملفوظات بابا فرید		۱۵ ــ ۰۰
۲۵	سیر گلستان	ارشد القادری	۱۲ ــ ۰۰
۲۶	زیر و زبر	" "	۲۷ ــ ۰۰
۲۷	محمد رسول اللہ قرآن میں	" "	۴ ــ ۰۰
۲۸	منکرین رسالت کے گروہ	" "	۴ ــ ۰۰
۲۹	مناظرہ جھنگ	مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی	۲۴ ــ ۰۰
۳۰	مناظرہ علم غیب	مولانا حشمت علی خاں صاحب	۱۵ ــ ۰۰
۳۱	الصوارم ہندیہ	" " "	۱۵ ــ ۰۰
۳۲	افضلیت سیدنا صدیق اکبر	مفتی غلام سرور صاحب	۱۵ ــ ۰۰
۳۳	انیس الارواح	ترجمہ " " "	۷ ــ ۵۰
۳۴	تحفۂ مومن		۴ ــ ۰۰
۳۵	باطل اپنے آئینے میں	مولانا محمد صدیق صاحب	۱۵ ــ ۰۰
۳۶	بدر الکبریٰ	" " "	۷ ــ ۵۰
۳۷	امام نعت گویاں	اختر الحامدی صاحب	۷ ــ ۵۰
۳۸	مودودی جماعت کیا ہے؟		۹ ــ ۰۰
۳۹	ہند کے راجہ	مشتاق احمد نظامی	۵ ــ ۰۰
۴۰	خطبات برطانیہ	سید محمد مدنی اشرفی کچھوچھوی	۳۰ ــ ۰۰
۴۱	الحق المبین	علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی	۵ ــ ۰۰
۴۲	حیات النبی	" " "	۷ ــ ۵۰
۴۳	معرفت النبی	" " "	۷ ــ ۵۰

۴۴	میلادالنبی	علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی	۴-۰۰
۴۵	التبشیر برد التحذیر	〃 〃 〃	۷-۵۰
۴۶	کتاب التراویح	〃 〃 〃	۳-۰۰
۴۷	آئینۂ حق	مولانا منظور احمد شاہ صاحب	۹-۰۰
۴۸	احکام رمضان	مولانا عبدالعلیم صاحب	۴-۵۰
۴۹	الشاہ احمد رضا بریلوی	مفتی غلام سرور صاحب	۱۵-۰۰
۵۰	طمانچہ	مولانا خلیل اشرف صاحب	۷-۵۰
۵۱	ہاتھی کے دانت	〃 〃 〃	۱۲-۰۰
۵۲	نورِ ایمان	مولانا عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی	۹-۰۰
۵۳	حضور الحرمین	مولانا منظور احمد شاہ صاحب	۴-۰۰
۵۴	انوار العرفان صلوٰۃ وسلام عندالاذان		۳-۰۰
۵۵	کلامِ ناصر	سید ناصر چشتی	۸-۰۰
۵۶	حسنِ حبیب	〃 〃 〃	۸۴-۰۰
۵۷	مدینہ مدینہ ایں	صوفی اصغر علی اصغر	۵-۰۰
۵۸	گناں دی گتھلی	〃 〃 〃	۵-۰۰
۵۹	بیضاوی شریف	مترجم مفتی عبدالرسول	۱۰-۰۰

نوٹ:۔ اس کے علاوہ مترجم قرآن پاک، حدیث، تفسیر اور فقہ وسیرت اور دیگر ہر قسم کی مذہبی اسلامی کتب بازار سے بارعایت دستیاب ہیں